درکفے جامِ شریعت، درکفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

الحسن پشاور

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱-۹۹ جلد نمبر ۹

۱-۱۵ تا ۱۶-۳۰ دسمبر ۱۹۹۷ء رجب/شعبان ۱۴۱۷ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

ضروری اعلان برائے قارئین کرام

وہ تمام حضرات جنہوں نے گذشتہ سال سالانہ چندہ برائے "الحسن" پندرہ روزہ ادا کرکے ممبر شب حاصل کی تھی امسال بھی حسب سابق اپنا زر اعانت ادا فرما کے سال رواں میں رسالے کی خریداری کو یقینی بنائیں۔

شکریہ

منی آرڈر بھجوانے کا پتہ

سید غلام الحسنین قادری گیلانی

"الحسن" (پندرہ روزہ)

شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اکیڈمی

۱۳۷۱ کوچہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور شہر۔

فہرست مضامین

عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
شذرہ	اقبال ریاض	۳
درود شریف	ابو الاظفر آفاق کیفی سرحدی	۴
تفسیر قرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
انوار علی المرتضیٰ	مدیر اعلیٰ	۸
تجلیات غوثیہ	مدیر اعلیٰ	۱۲
سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزمرہ معمولات	مدیر اعلیٰ	۱۵
مناجات	حضرت عبد الصمد صارم الازہری	۲۹
شب معراج	ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی	۳۰
شعبان المعظم کے فضائل و برکات	تنویر احمد قادری	۳۶
پشاور میں معراج النبی اور شب اسریٰ کی روحانی محافل	سید محمد انور شاہ قادری	۴۲
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سید محمد انور شاہ قادری	۴۷
سید عبد اللہ شاہ المعروف صحابی سرکار کے عرس مبارک کی نورانی و روحانی تقریب	سید نور الحسنین قادری گیلانی	۵۴
غزل		۵۷
ملفوظات غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سید نور الحسنین قادری گیلانی	۵۸
تبصرہ کتب	سید محمد انور شاہ قادری	۶۰

قومی اتحاد کے لئے فرقہ واریت کا خاتمہ اشد ضروری ہے

اقبال ریاض

نگران وزیر اعظم ملک معراج خالد نے کہا ہے کہ ملکی مسائل اور موجودہ بین الاقوامی حالات سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے قوم کا اتحاد وقت کا تقاضا ہے انہوں نے لاہور کالج برائے خواتین کے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے خود کو گروپوں اور ذات برادریوں میں تقسیم کر لیا ہے اپنی ہی مساجد میں فائرنگ کر کے نمازیوں کو شہید کر رہے ہیں اور اپنی ہی بار گاہوں میں بم پھینک کر سر خرو ہونے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

وزیر اعظم کی یہ بات پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ حالات جو گزشتہ کچھ عرصے سے جاری ہیں اسلام کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان میں ایک المیہ سے کم نظر نہیں آتے ذاتوں اور برادریوں میں تقسیم ہونے کے علاوہ فرقہ پرستی کی لعنت نے قوم کے اتحاد کو بیحد متاثر کیا ہے جس کے نتیجے میں بعض اوقات ایسے واقعات بھی رونما ہو جاتے ہیں جو قومی اور ملی اتحاد کے لئے کسی طرح بھی سود مند ثابت نہیں ہو سکتے اگرچہ حکومت اور سیاسی رہنماؤں کی طرف سے اس صورت حال پر قابو پانے اور اس ہر قسم کے اختلافات کو ختم کرانے کی بھرپور کوشش کی جاتی رہی ہے۔ اور اس سلسلے میں یکجہتی کونسل کا بھی قیام عمل میں لایا جا چکا ہے لیکن اتحاد کے مخالف بعض اندرونی اور بیرونی عناصر کی سازشوں کے نتیجے میں کونسل کو تاحال مکمل طور پر کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ملک میں فرقہ واریت کو ختم کرنے اور ملکی سالمیت کے لئے قومی اتحاد کو مضبوط بنانے کے لئے جہاں یکجہتی کونسل کو پورے طور پر متحرک کرنے کی ضرورت ہے وہاں تمام فرقوں کے درد مند رہنماؤں کو جو قوم کے اتحاد کی تمنا رکھتے ہیں مل بیٹھ کر اس صورت حال پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ قیام پاکستان کی جدوجہد میں ان تمام فرقوں نے کندھے سے کندھا ملا کر منزل کو حاصل کیا تھا جبکہ استحکام پاکستان کے لئے بھی ان سب کا اتحاد وقت کا تقاضا ہے۔

درود شریف

اثرِ خامہ ——— ابوالظفر آفاق کیفی سرحدی

اگر ہو دل میں کوئی تجسس درود پڑھیئے سلام پڑھیئے
حضورِ اکرم کی ذاتِ اقدس پہ صبح پڑھیئے تو شام پڑھیئے

درود کی بے شمار صفتیں حدیثِ قدسی سے ہیں درخشاں
درود پڑھیئے نبی پہ لیکن نبی کا بن کر غلام پڑھیئے

درود کا وِرد کر رہا ہے ازل سے پروردگارِ عالم
بتا رہا ہے نبی کی اُمت کو یہ وظیفہ مدام پڑھیئے

درود اگر اک دفعہ پڑھو تو خدا کی دس رحمتیں ہوں نازل
دیا ہے پیغام جبرئیلِ امین نے سب خاص و عام پڑھیئے

درود کی برکتوں سے پژمردہ دل میں ہو روشنی فروزاں
ممانعت اس میں کچھ نہیں ہے بحکم خیر الانام پڑھیئے

درود پڑھنے سے دور ہو جائیں کلفتیں قلبِ ناتواں کی
درود پڑھیئے ضرور پڑھیئے بصد ادب احترام پڑھیئے

درود کی ماہیت سے ادراک ہو مزین تو یاد رکھیئے
درود پڑھنے سے پہلے خلاقِ دو جہاں کا کلام پڑھیئے

درود پڑھنا ہر اک کسی کو نصیب ہوتا نہیں ہے یارو
عطا ہے اُس کی جسے بھی بخشے عطائے رب ہے دوام پڑھیئے

دہن معطر زباں مصفّا لبوں پہ سرخی ہو لا الٰہ کی!
بجوم صلِّ علیٰ میں کیفی رسولِ اکرم کا نام پڑھیئے

مدیر اعلیٰ

واذالقو الذین آمنوا قالوا آمنا ج واذا خلا بعضھم الی بعض قالوا اتحدثونھم بما فتح اللہ علیکم لیحآجوکم بہ عند ربکم افلا تعقلون اولا یعلمون ان اللہ یعلم مایسرون وما یعلنون۷۶ / ۷۷

اور جب وہ مومنوں سے ملتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ نیز علیحدہ ہو کر جب آپس میں ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں، کہ کیا تم نے ان کو وہ باتیں بیان کی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تم پر واضح کی ہیں تاکہ وہ رب تعالیٰ کے حضور تم پر حجت بنائیں، آیا پس تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ آیا وہ (یہودی) نہیں جانتے یہ کہ اللہ تعالیٰ بہت خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔

حل لغت

تحدثونھم:۔ جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے، فعل مضارع ہے، باب تحدیث ہے، بات بیان کرنا کے معنی میں ہے۔

فتح:۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے فعل ماضی ہے، فتحاً مصدر ہے، کھولنا، واضح کرنا، ظاہر کرنا کے معنی میں ہے اور بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

یُحاجّو:۔ جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے، فعل مضارع ہے، اس کا مصدر محجت ہے، جس کے معنی دلیل، برہان اور حجتہ کے ہیں، وہ حجت بنائیں۔

تفسیر

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے مسلمانوں کو نصیحت و موعظت کے طور پر ان

منافق ۔یہودیوں کی عادات بد کا ذکر فرمایا جو کہ ان کی کمال درجہ کی بداخلاقی کا باعث تھیں اور مسلمانوں کو ان برے خصائل سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، ان بداخلاقیوں میں سے ۔یہودیوں کی اس منافقانہ چال کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اے مسلمانوں جس وقت یہ ۔یہودی تم سے ملتے ہیں تو تمہیں فریب دینے کے لئے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور پھر جب اپنے بڑوں کے پاس پہنچتے ہیں تو اپنی منافقت کا اظہار کرتے ہیں مگر یہ فطرتی بات ہے کہ ایسے اشخاص پر کوئی بھی اچھا گمان نہیں کرتا اور ان کی اس بداخلاقی کی وجہ سے ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ بسا اوقات تو ان کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، چنانچہ ان کے یہ بڑے انہیں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ تم نے مسلمانوں کو وہ باتیں کہی ہوں گی جو ان کی تعریف میں ہماری کتابوں میں درج ہیں، تاکہ وہی ہم لوگوں پر حجت اور دلیل کے طور پر خدا کے حضور میں پیش کریں، تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے ہو، اور اپنے راز ان پر افشاء کر کے ہمیں ذلیل و خوار کیوں کرتے ہو؟

اس سے عامۃ المسلمین کے لئے یہ نصیحت نظر آتی ہے کہ ۔یہودیوں کی طرح ان منافقانہ چالوں سے باز رہو اور بالکل ایمان والا راستہ جو کہ سچائی اور ہدایت کا راستہ ہے اس پر قائم رہو اور ان جاہلی راستوں پر نہ چلو، کیونکہ یہ سراسر بیوقوفی اور جہالت کے راستے ہیں اس لئے تو اللہ جل جلالہ نے ان کے اس منافقانہ قول کے رد میں فرمایا کہ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ جو کچھ یہ چالیں چلتے ہیں تو اللہ جل جلالہ ان سے بے خبر ہے تو ان کا یہ زعم باطل ہے، بلکہ ان کو یہ جان لینا چاہیے کہ جتنی سازشیں یہ چھپ کر یا ظاہری طور پر اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کرتے ہیں، اللہ جل جلالہ ان سب سے بخوبی واقف ہے ان کو جانتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں صاحبان ایمان و عمل اور مسلمان ہر وقت اور ہر آن ایسی ظالمانہ سازشوں کا سدباب کرتے رہتے ہیں اور اللہ جل جلالہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل بیت عظام علیہم السلام کو ان ۔یہودی اور عیسائی سازشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

علامہ بیضاوی اور علامہ زمخشری نے تحریر فرمایا کہ "عند ربکم کا معنی ہے مافی کتاب ربکم یعنی تمہارے رب کی کتاب کی آیتوں سے تم پر دلیل قائم کریں گے اور عنداللہ کا معنی عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ فی کتاب اللہ جیسے کہا جاتا ہے کہ عنداللہ اس کا یہ حکم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس مسئلہ کا یہ حکم ہے"

حل لغت ۱۰۰ / ۱

خلق ___ چیرا، پھاڑا۔ الحبتہ ___ دانہ۔ براء ___ پیدا کرنا۔ النسمتہ ___ جاندار۔ نسمتہ ___ نفس، روح۔ عہد۔ الی فلان ___ وصیت کرنا اور شرط لگانا۔ اور جب عہد کا صلہ الیہ فی کذا آئے تو اس کے معانی وصیت کرنا اور ذمہ دار بنانا کے ہوتے ہیں۔

تشریح ۱۰۰ / ۱

ارشاد ہے "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے دانہ چیرا اور جان پیدا کی" یعنی جناب امیرالمؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اکثر اسی طرح کی قسم کھاتے تھے، جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت تامہ و کاملہ کا اظہار ہو اور جلالت و عظمت شان ظاہر ہو۔ ارشاد ہے، "حضرت نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے میں وصیت فرمائی" یعنی میرے متعلق یہ وصیت ارشاد فرمائی اور ایک حدیث شریف میں ہے، عہد الی النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجھ کو جناب نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی، ارشاد ہے، "مجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن" یعنی جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت کرنے والا مؤمن ہی ہو گا، ارشاد ہے، "اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق" یعنی جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو گا، گویا مؤمن اور منافق کی نشانی محبت علی اور بغض علی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک، جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جناب امام الاولیاء۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت نصیب فرماتے، اسی پر قائم رکھے، آمین ثم آمین۔

مترجم خہ! نص، مولانا مولوی محمد ابوالحسن فرماتے ہیں، "یعنی مؤمن کامل مجھ سے محبت

گزشتہ سے پیوستہ

انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم

مدیر اعلیٰ

ذکر الفرق بین المؤمن والمنافق

اس باب میں مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنے کا بیان ہے

تشریح:۔

جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت مومن ہونے کی علامت ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت منافق ہونے کی نشانی ہے۔

حدیث ۱۰۰ / ۱

انبأنا احمد بن شعیب قَالَ اَخبرنا ابو کُریب محمد بِن العَلاء اَلکُوفی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو مُعٰوِیَۃَ عَنْ اَلاَعمَش عَنْ عَدِیِّ بِنْ ثَابِتٍ عَنْ زِرّ بِنْ حُبَیش عَنْ عَلی رَضِی اللہ تعالیٰ عَنہ قَالَ وَاللہ اَلَّذِی خَلَقَ اَلحَبَّۃَ وبرأ النسمۃ انہ لعھدی النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یحبی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق

ترجمہ ۱۰۰ / ۱

جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، جس نے دانہ چیرا اور جان پیدا کی، بے شک شان یہ ہے کہ حضرت نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے میں وصیت فرمائی، مجھ سے محبت نہیں کرے گا، مگر مومن اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

مشروع مطابق واقعہ کے رکھے گا، بغیر زیادتی ور نقصان کے، تاکہ خارجی نکل جاویں، پس جس نے دوست رکھا حضرت علی کو اور بغض رکھا شیخین (رضی اللہ عنہما) سے مثلاً نہ تو دوستی رکھی، اس نے ان سے دوستی مشروع، پس محبت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علامت ایمان کی ہے اور عداوت ان کی نشانی نفاق کی" (مناقب مرتضوی ترجمہ خصائص نسائی ص ۶۰) صاحب لغات الحدیث ج ا کتاب ح ص ۷ پر تحریر فرماتے ہیں "حب علی حسنتہ لا یضر معھا سیئتہ۔ "حضرت علی سے محبت رکھنا ایسی نیکی ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں کرے گا" اس حدیث کا تمہ یہ ہے وبغض علی سیئتہ لا تنفع معھا حسنتہ۔ "یعنی حضرت علی سے بغض رکھنا ایسا گناہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی کام نہ آئے گی" مجمع البحرین میں ہے کہ حدیث فریقین میں مشہور ہے حالانکہ اہلسنت کی کتابوں میں مجھ کو یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی، البتہ اس کے معنی صحیح ہیں، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے، لا یحب علیاً منافق ولا یبغضہ مومن۔ "یعنی حضرت علی سے منافق محبت نہیں کرے گا اور مومن ان سے بغض نہیں رکھے گا"

اور ایک روایت میں ہے، من احب علیاً فقد احبنی ومن ابغض علیاً فقد ابغضنی۔ یعنی "جس نے علی سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا" (اور ظاہر ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھنے والا کافر ہے اس کی کوئی نیکی اس کے کام نہیں آئے گی)، یہ حدیث مسلم شریف نے بھی بیان کی ہے۔ اسنادہ صحیح۔

حدیث ۱۰۱ \ ۲

انبأنا احمد بن شعیب قال اخبرنا واصل بن عبد الاعلیٰ بن واصل الکوفی قال حدثنا وکیع عن الاعمش عن عدی بن ثابت عن زر بن جیش عن علی قال عھد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ لا یحبنی الا مؤمن ولا یبغضنی الا منافق

ترجمہ ۱۰۱ \ ۲

زر بن جیش سے روایت ہے کہ جناب علی المرتضیٰ وجہ الکریم نے فرمایا، تحقیق شان یہ ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے کہ مؤمن ہی مجھ سے محبت کرے گا اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہے۔

حدیث ۱۰۲ \ ۳

انبأنا احمد بن شعیب قال اخبرنا یوسف بن عیسیٰ قال انبأنا الفضل بن موسیٰ قال انبأنا الاعمش عن عدی عن زر قال قال علی انہ لعهد النبی الامی انہ لا یحبک الا مؤمن ولا یبغضک الا منافق

ترجمہ ۱۰۲ \ ۳

زر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا یہ کہ (اے علی) تجھ سے محبت نہ کرے گا، سوائے مؤمن کے اور (اے علی) تجھ سے بغض نہ رکھے گا، مگر منافق۔

تشریح ۱۰۲ \ ۳

ارشاد ہے "تجھ سے محبت نہ کرے گا سوائے مؤمن کے" یعنی جو کامل مومن ہو گا وہ تجھ سے ضرور محبت رکھے گا۔ ارشاد ہے، "اور تجھ سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق" یعنی جو پکا منافق ہو گا وہ ضرور تجھ سے نفاق رکھے گا۔ مولانا مولوی محمد ابوالحسن صاحب تحریر فرماتے ہیں، "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علی سے دوستی رکھنی ایمان کی نشانی ہے اور ان سے عداوت رکھنی نفاق کی نشانی ہے" اسنادہ صحیح

گذشتہ سے پیوستہ

تجلیات غوثیہ

مدیر اعلیٰ

سالک کو جان لینا چاہیے ۔ مراتب فنا و بقا اگر دریافت ادراک اور یقین کامل سے حاصل ہوئے ہیں تو اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ اگر مشاہدہ سے حاصل ہوں اس طرح کہ اس کے اوصاف مقید تھے جو کہ مطلق میں فانی ہو گئے اور اوصاف مطلقہ کا ظہور ہوا چنانچہ بصر حق کسی چیز سے مقید نہیں ہوا اور اس کے لئے کوئی شرط اور حجاب نہیں اس کے نزدیک، دوری و نزدیکی اور روشنی و تاریکی برابر ہے اسی طرح سالک کے اوصاف بھی مطلق ہو جاتے ہیں اگر یہ حال کبھی کبھی ہو تو اس کو عین الیقین کہتے ہیں جو سالک کے مشاہدہ میں آیا ہے اور اگر سالک پر یہ حال دائمی رہے یعنی ہمیشہ ہو اور وہ اوصاف حق سے موصوف ہو تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں۔

اگرچہ شہری اوصاف دراصل اوصاف الٰہی کے ظل ہوتے ہیں لیکن شروط اور عدم موانع کے ہونے سے مقید ہوتے ہیں جو کہ زائل ہو جاتے ہیں اور ان میں جو اوصاف الٰہی کا ظہور ہوتا ہے تو یہ ان اوصاف کا ایک اثر ہوتا ہے نہ کہ تمام پس اگر اسی طرح سالک کو صفات فصلیہ جیسے زندگی و موت وغیرہ افعال پر قدرت حاصل ہو جائے اور یہ دائمی بھی ہو تو وہ مرتبہ حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے اور اگر سالک مرتبہ حقیقت پر فائز ہے کہ سب کو ذات واحد میں محو دیکھتا ہے اور اس مرتبہ میں کوئی امتیاز نہیں پاتا اور یگانگی و بے رنگی کے سمندر میں مستغرق رہتا ہے تو اس کو حقیقت الیقین کہتے ہیں اور جب سالک بے رنگی سے رنگ میں ظہور کرے اور مطلق کو مقید

میں دیکھے اور ہر ایک کو خاص وصف کے ساتھ ایک کو دوسرے سے ممتاز کر پائے تو اس کو معرفت کہتے ہیں جیسا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ "فصوص الحکم" میں فرماتے ہیں "فالکمال ھو ظھور الحق بصورۃ المتجلی لہ ولیس وراۂ الا العدم المحض فلا تتعب نفسک فی ان ترقی اعلی من ھذا"

(یعنی سالک کا کمال یہ ہے کہ حق اس کی نظر میں اس کی اپنی صورت میں ظہور پائے اس کے لئے تجلی ہوتی ہے یعنی اس کی صورت میں جو کہ حضرت الٰہی میں ہے اور عین ثابتہ میں حضرت حق تعالیٰ کی صورت میں ظہور پزیر ہوتی ہے اس شخص کے لئے اور وہ خود کو اپنے آپ میں نہ پائے مگر حق تعالیٰ کو اور اس کے کمالات کو اسی کی صورت میں یعنی ظہور حق کو اپنے آپ میں پائے اور اس کے اوپر سوائے عدم محض کے اور کچھ نہیں پس اپنے آپ کو اس سے بلند تر مقام پر پہنچنے اور ترقی کرنے کے لئے مشقت و تکلیف میں نہ ڈال)

نیز حضرت شیخ اکبر ابن عربی نے خصوص الحکم میں ارشاد فرمایا ہے "اگر تو حقیقت پر نظر کرے تو تو عین حق ہے اور اگر اپنے تعینات پر نظر کرے تو تو غیر حق ہے"

(بیان تجلیات حق)

اور سالک کو جان لینا چاہیے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی تجلیات چار قسم کی ہیں۔

اول تجلی عینی۔ اس سے اعیان ثابتہ یعنی علمیہ ظاہر ہوتے ہیں۔

دوم تجلی وجودی۔ تجلی حقائق اشیاء جو کہ خارج میں ظاہر ہوتے ہیں۔

سوم تجلی شہودی۔ یہ تجلی اہل شہود پر ظاہر ہوتی ہے اس تجلی کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ سالک کی

نظر شہود سے بالکل غیریت اٹھ جائے اور وہ اشیائے خارجی کو اسی کی تجلیات سے دیکھے اور اس کی نظر میں یا انوار کی صورتوں میں غیر حق نہ آئے اور دوسری قسم یہ ہے کہ حق عالم مثال میں مطلق یا مقید کے ساتھ تمام موجودات کی صورتوں میں یا معانی ذوقیہ کے لباس میں تجلی کرتا ہے اور سوائے صورتوں و معانی کے کسی مرتبہ میں اس کا مظہر نہیں ہوتا اس کو تجلی ذاتیہ کہتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ سالک کی نظر میں تمام چیزیں محو اور مضمحل ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ تمام صور بھی سوائے مرتبۂ اطلاق ذات بحت کے اس کی نظر میں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتے۔

چہارم تجلی اعتقادی۔ یہ چوتھی تجلی ان اصحاب پر فکر یا تقلید سے بصور اعتقادات یعنی اعتقادات کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

(جاری ہے)

کیا نبی اور کیا نبوت کی معلی شان ہے
جس کی صورت سے ہویدا صورت رحمٰن ہے

ذات جن کی دو جہاں میں منبع احسان ہے
مدح میں ان کی مقصر طاقت انسان ہے

یارسول اللہ تم پر جان و دل قربان ہے
یاد تیری دل میں میرے ہر گھڑی ہر آن ہے

(راجہ لکھن لال لکھن)

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزمرہ معمولات

"مدیر اعلیٰ"

حدیث ع۶/۳۲۰

حدثنا سفیٰن[۱] بن وکیع حدثنا جمیع[۲] بن عمیر بن عبد الرحمٰن العجلی حدثنی رجل[۳] من بنی تمیم من ولد ابی[۴] ھالة زوج خدیجة یکنی ابا عبد اللہ عن ابن ابی ھالة[۵] عن الحسن[۶] بن علی رضی اللہ عنہما قال سَئلتُ خالِیْ ھِندَ بنَ اَبِیْ ھَالَةَ وَکانَ وَصَّافاً عَنْ حِلیَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وَاَنَا اَشتَہِیْ اَنْ یَّصِفَ لِیْ مِنھَا شَیْئًا فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَخْمًا مُفَخَّمًا یَتَلَاْلَاُ وَجْھُہٗ تَلَاْلُؤَ الْقَمَرِ لَیلَةَ الْبَدْرِ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ قَالَ الْحَسَنُ فَکَتَمْتُھَا الْحُسَیْنَ زَمَانًا ثُمَّ حَدَّثْتُہٗ فَوَجَدْتُہٗ قَدْ سَبَقَنِیْ اِلَیْہِ فَسَاَلَہٗ عَمَّا سَاَلْتُہٗ عَنْہُ وَوَجَدْتُہٗ قَدْ سَاَلَ اَبَاہُ عَنْ مَدْخَلِہٖ وَعَنْ مَخْرَجِہٖ وَشَکْلِہٖ فَلَمْ یَدَعْ مِنْہُ شَیْئًا قَالَ الْحُسَیْنُ سَاَلْتُ اَبِیْ عَنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَقَالَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی مَنْزِلِہٖ جَزَّاَ دُخُوْلَہٗ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْءً لِلّٰہِ وَجُزْءً لِاَھْلِہٖ وَجُزْءً لِنَفْسِہٖ ثُمَّ جَزَّءَ جُزْءَہٗ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّاسِ فَیَرُدُّ ذٰلِکَ بِالْخَاصَّةِ عَلَی الْعَامَّةِ وَلَا یَدَّخِرُ عَنْھُمْ شَیْئًا وَکَانَ مِنْ سِیْرَتِہٖ فِیْ جُزْءِ الْاُمَّةِ اِیْثَارُ اَھْلِ الْفَضْلِ بِاِذْنِہٖ وَقَسْمُہٗ عَلٰی قَدْرِ فَضْلِھِمْ فِی الدِّیْنِ فَمِنْھُمْ ذُوالْحَاجَةِ وَمِنْھُمْ ذُوالْحَاجَتَیْنِ وَمِنْھُمْ ذُوالْحَوَائِجِ فَیَتَشَاغَلُ بِھِمْ وَیَشْغَلُھُمْ فِیْمَا یُصْلِحُھُمْ وَالْاُمَّةَ مِنْ مَسْئَلَتِھِمْ عَنْہُ وَاِخْبَارِھِمْ بِالَّذِیْ یَنْبَغِیْ لَھُمْ وَیَقُوْلُ لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ وَاَبْلِغُوْنِیْ حَاجَةَ مَنْ لَّا یَسْتَطِیْعُ اِبْلَاغَھَا فَاِنَّہٗ مَنْ اَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَّا یَسْتَطِیْعُ اِبْلَاغَھَا ثَبَّتَ اللّٰہُ قَدَمَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُذْکَرُ عِنْدَہٗ اِلَّا ذٰلِکَ وَلَا یَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَیْرَہٗ یَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا وَلَا یَفْتَرِقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ وَیَخْرُجُوْنَ اَدِلَّةً یَعْنِیْ عَلَی الْخَیْرِ قَالَ فَسَاَلْتُہٗ عَنْ مَخْرَجِہٖ کَیْفَ کَانَ یَصْنَعُ فِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَخْزُنُ لِسَانَہٗ اِلَّا فِیْمَا یَعْنِیْہِ وَیُؤَلِّفُھُمْ وَلَا یُنَفِّرُھُمْ وَیُکْرِمُ کَرِیْمَ کُلِّ قَوْمٍ وَیُوَلِّیْہِ عَلَیْھِمْ وَیُحَذِّرُ النَّاسَ وَیَحْتَرِسُ مِنْھُمْ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّطْوِیَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْہُ بِشْرَہٗ وَلَا خُلُقَہٗ وَیَتَفَقَّدُ اَصْحَابَہٗ وَیَسْئَلُ النَّاسَ

عَمَّا فِي النَّاسِ وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيْهِ وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوَهِّيْهِ مُعْتَدِلَ الْاَمْرِ غَيْرَ مُخْتَلِفٍ وَلَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ اَنْ يَّغْفُلُوْا وَيَمِيْلُوْا لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهٗ عَتَادٌ لَا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهٗ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهٗ اَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً وَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهٗ مَنْزِلَةً اَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُوَازَرَةً قَالَ فَسَئَلْتُهٗ عَنْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا يَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ اِلَّا عَلٰى ذِكْرٍ وَاِذَا انْتَهٰى اِلٰى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَاْمُرُ بِذٰلِكَ يُعْطِيْ كُلَّ جُلَسَائِهٖ بِنَصِيْبِهٖ لَا يَحْسَبُ جَلِيْسُهٗ اَنَّ اَحَدًا اَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهٗ اَوْ فَاوَضَهٗ فِيْ حَاجَةٍ صَابَرَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ وَمَنْ سَاَلَهٗ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهٗ اِلَّا بِهَا اَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِنَ الْقَوْلِ قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهٗ وَخُلُقُهٗ فَصَارَ لَهُمْ اَبًا وَصَارُوْا عِنْدَهٗ فِي الْحَقِّ سَوَاءً مَجْلِسُهٗ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَصَبْرٍ وَاَمَانَةٍ لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ فِيْهِ الْحُرَمُ وَلَا تُنْثٰى فَلَتَاتُهٗ مُتَعَادِلِيْنَ يَتَفَاضَلُوْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِيْنَ يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَيَرْحَمُوْنَ فِيْهِ الصَّغِيْرَ وَيُؤْثِرُوْنَ ذَا الْحَاجَةِ وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ ۔

ترجمہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے دریافت کیا اور وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک کا بیان بہت فرمایا کرتے تھے اور مجھے اس کی بہت ہی خواہش ہوتی کہ میرے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی اوصاف بیان کرے تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی شان والے تھے۔ آنحضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ انور چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک میں نے اس حدیث کو امام حسین علیہ السلام سے بیان نہیں کیا۔ پھر جب میں نے یہ حدیث اسے بیان کی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھ پر اس کے جاننے میں سبقت لے گئے ہیں۔ اور دریافت کر چکے تھے جس کے متعلق میں نے پوچھا تھا نیز امام حسین علیہ السلام نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور آپ کے طور وطریقہ کے متعلق دریافت کر چکے تھے اور اس بارے میں ان سے کوئی

شے نہیں رہ گئی تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک میں تشریف لے جانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر مبارک تشریف لے جاتے تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں بانٹ دیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے' ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے' اور ایک حصہ اپنے لئے۔ پھر وہ حصہ جو اپنے لئے مخصوص فرماتے اسے دو حصوں میں بانٹ دیتے' کچھ اپنے لئے اور کچھ لوگوں کے لئے۔ لوگوں کے حصہ میں خواص کو عوام پر ترجیح دیتے' اور ان سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھتے۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ اجازت کے ساتھ اہل فضل کو ترجیح دیتے اور اس وقت بھی فضل دینی کے اعتبار سے تقسیم فرما لیتے۔ بعض ایک ضرورت والے ہوتے' اور بعض دو ضرورتوں والے' اور بعض زیادہ ضرورتوں والے ہوتے' پس اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول رکھتے۔ ان تمام امور میں جس سے ان کی اصلاح ہوتی اور امت کی اصلاح ہوتی' اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ایسی چیزوں کی خبر دیتے جو کہ ان کے لئے ضروری ہوتیں۔ اور فرماتے چاہیئے کہ موجود صاحبان ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں یہ احکام پہنچا دیں۔ اور فرماتے کہ جو مجھ تک پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا اس کی ضرورت مجھے پہنچاؤ' بیشک جو امیر تک کسی ایسے شخص کی ضرورت پہنچائے جو خود نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایسی ہی باتیں ہوتی تھیں اور کسی ایک سے سوائے ان باتوں کے اور کچھ قبول نہ فرماتے۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنی حاجتیں لے کر داخل ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک سے کچھ چکھنے کے بغیر نہیں جدا ہوتے تھے۔ اور وہاں سے نکلتے تو لوگوں کو دلالت کرنے والے ہوتے خیر کی۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک سے باہر قدم رنجہ فرمانے کے بعد کیسے بسر ہوتا تھا۔ امیر المومنین نے فرمایا فضول باتوں سے اپنی زبان مبارک کو محفوظ رکھتے تھے' اور ان کی تالیفِ قلوب فرماتے' انہیں اپنے سے مانوس کرتے' اور قوم کے سردار کی تکریم فرماتے اور اسی کو ان پر امیر فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں ڈراتے۔ اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے ان کو دریافت فرماتے اور ہر نیک بات کی تحسین فرماتے اور اس اچھی بات کو مزید تقویت عطا فرماتے' اور بُری بات کی برائی بیان فرماتے اور اس کو زائل فرماتے' اور ہر کام میں میانہ روی اختیار فرماتے نہ کہ متلون اور جلد باز تھے اور کسی وقت بھی مخلوقِ خدا کی اصلاح سے غافل نہ ہوتے کہ کہیں وہ لوگ امورِ دین سے غافل نہ ہو جائیں اور کسی دوسرے طرف مائل

نہ ہو جائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس ہر کام کے لئے باقاعدہ انتظام ہوتا تھا اور حق کے ارشاد فرمانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی حد سے بڑھ جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریبی افراد انتہائی بہترین افراد ہوتے۔ آپ کے نزدیک صاحبِ فضیلت وہ ہوتا جو کہ ازروئے نصیحت کرنے کے ہر ایک کی بھلائی چاہتا اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک بڑے مرتبے والا وہ ہوتا جو کہ مخلوقِ خدا کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصّہ لیتا۔ امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر میں نے لوگوں میں بیٹھنے کے متعلق ان سے پوچھا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ الٰہی کرتے اور جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ اس مجلس میں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے اور اس بات کا حکم بھی فرماتے اور حاضرینِ مجلس میں سے ہر ایک کو اس کا حصّہ عطا فرماتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضورِ مُبارک میں ہر ایک بیٹھنے والا یہی سمجھتا کہ کوئی ایک اس سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بُزرگ نہیں ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بیٹھتا یا اپنی کوئی ضرورت آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمتِ اق یں بیان کرتا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بڑے حوصلہ کے ساتھ تشریف فرما رہتے یہاں تک کہ وہ شخص خود اُٹھ کر چلا جاتا۔ اور جو شخص اپنی کسی ضرورت کو آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مانگتا تو آپ اسے نامراد نہ لوٹاتے۔ اگر وہ چیز میسّر نہ ہوتی تو نہایت ہی معقول طریقہ پر عُذر فرما دیتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خندہ روئی اور اخلاقِ کریمانہ ہر ایک کو احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام مخلوق کیلئے باپ کی طرح ہو گئے تھے۔ حقوق کے حاظ سے تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نظرِ مُبارک میں برابر تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صُحبتِ مُبارک علم حیا، صبر اور امانت کا مرقع ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مجلس مبارک میں کوئی بھی اُونچی آواز نہ کرتا اور نہ ہی کسی بے حُرمتی کی جاتی، کِسی کی لغزشوں کو شہرت نہ دی جاتی۔ سب لوگ برابر جانے جاتے باہم ایک دوسرے پر۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مجلس مُبارک فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مجلس مُبارک میں بڑی عُمر والے کی توقیر کی جا ورمجلسِ پاک میں چھوٹی عُمر والوں پر شفقت کی جاتی۔ باہم ضرورتمندوں کو ترجیح دیتے۔ مسافر کی رعایت کرتے۔

حلِ لغات اَلشَّکَل۔ مشابہت، مثل، نظیر، صُورت۔ جُزءٌ۔ تقسیم کرتے تھے۔ یُذخَرُ۔ پوشیدہ نہیں رکھتے تھے، چھپا کر نہیں رکھتے تھے۔ سِیرَت۔ عادت، طریقہ، روش، طرزِ زندگی، ہیئت

حَاجَۃٌ کی جمع حَاجٌ آتی ہے جیسے رَاحَۃٌ کی جمع رَاحٌ آتی ہے حَاجٌ کے علاوہ حاجات حَوَجٌ اور حَوَائِجُ بھی اس کی جمع آتی ہے۔ اس کے معنی ضرورت کے ہیں۔ رُوَّادًا۔ پانی طلب کرنا۔ رَوْدٌ سے ہے اس کی جمع رائد ہے رَائد اس شخص کو کہتے ہیں جو جماعت سے آگے بڑھ کر دانہ، چارہ اور پانی کی تلاش میں جاتا ہے، گویا طلب اور جستجو کرنے والا۔ ذَوَاقِین۔ کھانا، پینا، چکھنا، فائدہ اٹھانا۔ ذَوَّاق۔ فَعَّال کے وزن پر ہے جو کہ مفعول کے معنی دیتا ہے اس کا مصدر ذَوْق ہے جس کے معنی چکھنا کے ہیں، لغت میں اس کے معنی رفتار اور سلیقہ کے ہیں۔ التذوق والذواق طبیعت کو بھی کہا جاتا ہے۔ یَخْزُنُ کے معنی یَحْفَظُ کے ہیں یعنی حفاظت فرماتے یُحَذِّرُ ڈراتے تھے، تنبیہ کرتے تھے اس کا مصدر تَحْذِیْرٌ ہے جس کے معنی ڈرانا، تنبیہ کرنا ہے۔ یَحْتَرِسُ۔ یک سُو رہتے تھے۔ اس کا مصدر اِحْتِرَاسٌ ہے جس کے معنی محفوظ رکھنا، اپنے آپ کو کسی سے بچانا، ہوشیار رہنا، یک سو رہنا ہے۔ یَطْوِیَ۔ طوی ماضی یَطْوِی مضارع اور طَیًّا مصدر ہے جس کے معنی کسی چیز سے پہلوتہی کرنا، کسی چیز سے ہٹ جانا، اعراض کرنا، چھوڑ دینا، اور منہ پھیر لینا ہے۔ بِشْرَہٗ۔ خندہ پیشانی، کشادہ روئی، چہرہ کی رونق، پیشانی پر خفگی کی وجہ سے شکن نہ ڈالنا، تیوری نہ چڑھانا، یہ عَبُوْس کی ضد ہے عبوس کے معنی ترش روئی کرنا، چیں بجبیں ہونا، تیوری چڑھانا ہے۔ یَتَفَقَّدُ۔ تلاش کرتے تھے۔ تَفَقُّدٌ۔ گمشدہ چیز کو ڈھونڈنا، غیر حاضر کی جستجو کرنا، تلاش کرنا۔ یُوَهِّیہٖ۔ بری بات کو مٹاتے۔ یُوَهِّی کے معنی یُسْقِطُ کے بھی کرتے ہیں۔ بجائے یُوَهِّیہٖ کے یُوَهِّنُہٗ بھی آیا ہے جس کے معنی ہیں قبول نہ پاتے تھے اس پر اعتبار نہ کرتے۔ مُعْتَدِلٌ۔ اِعْتِدَال سے ہے جس کے معنی توسط اور تناسب ہے، برابری، افراط اور تفریط کا درمیانی درجہ۔ مَخَافَۃٌ۔ گھبرانا، احتیاط کرنا، ڈرنا۔ غَفْلَۃٌ۔ غافل ہونا، بھول جانا، چھوڑ دینا۔ عَتَادٌ۔ تیار ہونا۔ سامان جو کسی مقصد کے لئے تیار کیا جائے۔ ما اعدہ الرجل من السلاح والدواب وآلۃ الحرب۔ اسلحہ گھوڑے اور سامان جنگ کو تیار رکھنا، لیس ہونا۔ لَایُقَصِّرُ۔ کسی قسم کی کمی یا کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ قَصَّرَ، یُقَصِّرُ، تَقْصِیْرًا کوتاہی کرنا۔ یَلُوْنَہٗ۔ ان کے نزدیک ہوتے، اس کا مصدر دُنُوٌّ ہے جس کے معنی نزدیک ہونا، متصل ہونا، قریب ہونا ہے۔ خِیَارُ۔ پسندیدگی، بہت اچھا، بہترین، نیک۔ عَمَّ۔ شامل ہونا، عام ہونا۔ مُوَاسَاۃٌ۔ مدد دینا۔ وَسَیٰ یَسِیْ وَسْیًا۔ مدد دینا، تسلی دینا، ہمدردی کرنا۔ تاج بیہقی میں ہے المواساۃ کسے را در چیزے ہم چو خویش داشتن۔ مُوَازَرَۃٌ۔ بوجھل چیزوں کا پیٹھ پر اٹھانا۔ وَزَرَ، وِزْرًا اس کے معنی ہاتھ بٹانا، تقویت دینا اور اعانت

کرنے کے بھی آتے ہیں۔ تاج بیہقی میں ہے موانرہ بمعنی معاونہ یعنی مددگاری کردن۔ جُلَسَاءُ۔ ہم نشین، صحبت میں بیٹھنے والے۔ یہ جمع ہے اس کا واحد جَلِيْسٌ ہے۔ اَلنَّصِیْبُ۔ حصہ۔ اَکْرَمَ۔ بزرگ ہوا۔ کَرُمَ یَکْرُمُ کَرَمًا۔ عزیز ونفیس ہونا۔ بزرگ ہونا۔ معزز ہونا۔ فَاوَضَ۔ تَفَاوُض سے ہے جس کے معنی ہیں باہم بات چیت کرنا۔ شریک ہونا۔ صَابَرَہٗ۔ صبار او مصبرۃ کے معنی میں ہے یعنی صبر کرنے میں غالب رہنا۔ مَیْسُوْر۔ اس کی جمع میاسر ہے۔ آسان بنایا ہوا، وہ جو آسانی سے ہو سکے۔ ممکن ہونے کے قابل۔ صاحب لغت فرماتے ہیں میسور از یسر است یعنی آسان کردہ شدہ مراد سخن نرم است۔ وَسِعَ۔ وَسِعَ یَسَعُ وَیَسِعُ سَعَۃً وَسِعَۃً۔ کشادہ ہونا، احاطہ کرنا۔ عام کرنا۔ بُہت ہونا۔ بَسْطٌ۔ پھیلانا، خوش کرنا۔ قبول کرنا۔ کشادہ روئی۔ تُوْبَنُ۔ اَبَنَ بالفتح ہے جس کے معنی تہمت لگانا۔ عیب لگانا۔ شرم دلانا کے آتے ہیں اور جب بالکسرہ ہو یعنی اِبْنٌ تو اس کے معنی بیٹا ہے۔ اَلْحُرَمُ۔ وہ چیز جس کی حفاظت کی جائے اور جس کی طرف سے مدافعت کی جائے۔ تُنْثٰی۔ نَثٰی یَنْثِیْ نَثْیًا۔ جس کے معنی بیان کرنا، پھیلانا، افشاء کرنا، فاش کرنا، مشہور کرنا کے ہیں۔ فَلَتَاتٌ۔ فلتہ کی جمع ہے لغزشیں، غلطیاں۔ کہا جاتا ہے فلتات الکلام۔ کلام کی لغزشیں، غلطیاں۔ مُتَعَادِلِیْنَ۔ ای متساویین یعنی باہم برابر۔ یَتَفَاضَلُوْنَ۔ تَفَاضُل سے ہے جس کے معنی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل کرنا یا دعویٰ کرنا کے ہیں۔ مُتَوَاضِعِیْنَ۔ تواضع سے یعنی عاجزی اور انکساری کرنا۔ یہ تکبر کی ضد ہے۔ یُؤْثِرُوْنَ۔ الاثرہ سے ہے جس کے معنی پسندیدگی، ترجیح کے ہیں۔ اَلْغَرِیْبُ۔ گھر بار سے دُور۔ اکیلا۔ اجنبی۔ مسافر۔

تشریح ارشاد ہے "خود شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی شان والے تھے" یعنی حضور پاک سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے مرتبہ والے وجیہ اور پُروقار شخصیت کے مالک تھے اور اسی طرح لوگوں کی نگاہ میں بھی بڑے عالیشان اور صاحب رعب معلوم ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب و دبدبہ دلوں پر پڑتا تھا گو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے جسامت زیادہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ اللہ جل جلالہٗ کی ہیبت تھی جو اس تبارک وتعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر باوجود حسن وجمال ظاہری کے جلوہ فرمائی تھی۔ ارشاد ہے "ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے" یعنی نماز، ذکرِ الٰہی، تسبیح وتحلیل کے لئے۔ گویا اس حصہ میں عبادتِ خداوندی میں مشغول رہتے۔ اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے" یعنی ضروریاتِ اہلِ خانہ، حسنِ معاشرت اور ان کے ساتھ اختلاط کیلئے مخص

فرماتے اور ایک حصہ اپنے لئے " یعنی وضو، غسل، دیگر حوائج ضروریہ اور نیند کے لئے مختص فرماتے۔ ارشاد ہے "پھر وہ حصہ جو اپنے لئے مخصوص فرماتے اسے دو حصوں میں بانٹ دیتے، کچھ اپنے لئے اور کچھ لوگوں کے لئے۔ یعنی جو بھی علم و حکمت، اسرار و معارف، اصلاح احوال و تزکیۂ نفس حاصل کرنے کے لئے آتے اور تبلیغ کرنے کے امور سیکھنے کے لئے آتے ان کے لئے خاص وقت مقرر فرما کر انہیں علم و حکمت سے بہرہ ور فرماتے۔ اسرار و معارف سے ان کے سینہ کو منور فرماتے۔ تزکیۂ باطن سے ان کے قلوب کو تجلیاتِ الٰہی کا مرکز بنا دیتے۔ اصلاح احوال فرما کر ان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ فرماتے اور امورِ تبلیغ سکھا کر ان کو توحید و رسالت کا داعی اور مبلغ بناتے اور پھر ان حضرات گرامی کو ترجیح دیتے جو کہ صاحب علم و فضل ... مشرف بتقویٰ ہوتے۔ ایسے حضرات کو اپنے گھر میں استفادہ کرنے کے لئے اس وقت میں عوام پر فوقیت دیتے اور یہی وجہ تھی کہ جو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بابرکت سے زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات حاصل کرتا، علوم و معارف سے خوب وافر حصہ پاتے اور صاحبِ صلاح و تقویٰ ہوتے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ان کی فضیلت اور بھی زیادہ ہوتی نیز ان کی محنت اور حصولِ علم و معرفت کے شوق کو ملاحظہ فرما کر ان سے کچھ بھی پوشیدہ نہ رکھتے اور تمام اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے، جو کچھ وہ دریافت کرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو جوابات دے کر مطمئن فرماتے۔ یہ حضرات (رضی اللہ عنہم اجمعین) جب عملی طور پر اسوۂ حسنہ کا پیکر بن جاتے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو امورِ تبلیغ پر مامور فرما دیتے تاکہ وہ حضرات جو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں نہیں پہنچ سکتے انہیں وہ احکام پہنچا دیں اور جس احسن اور مناسب طریقہ پر ان حضرات کی تعلیم و تربیت کی گئی ہے وہ اسی طرح دوسروں کی اصلاح اور تربیت کریں۔ ارشاد ہے "جو مجھ تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا، اس کی ضرورت مجھے پہنچاؤ" یعنی بوجہ بیماری یا بسبب دوری مسافت یا کسی اور عذر یا وجہ سے مجھ تک نہیں آسکتا تاکہ اپنی ضروریات یا تکالیف سے مجھے آگاہ کرے تو تم لوگ اس کے دُنیاوی اور دینی حوائج مجھ تک پہنچاؤ۔ مجھے اس کی تکالیف سے خبردار کرو تاکہ میں انہیں حل کردوں اور اس کی تکالیف کو دُور کردوں اور تمہیں اس کا اجر اللہ تبارک و تعالیٰ اس صورت میں دے گا کہ قیامت تک تم ثابت قدم رہو گے۔ ارشاد ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایسی ہی باتیں ہوتیں، بجز اور کسی ایک سے سوائے ایسی باتوں کے اور کچھ قبول نہ فرماتے" یعنی تہذیب، اخلاق، تزکیہ نفس، علم اور معرفتِ الٰہی کی گفتگو کے سوا اور کوئی فضول یا بے فائدہ باتیں قطعاً نہ ہوتیں یا صاحبانِ حوائج اپنی یا دوسروں کی

ضروریات عرض کرتے۔ نیز سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سوائے اِن امور کے دیگر باتوں کی طرف توجہ نہ فرماتے۔ ارشاد ہے "حضور پاک صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے گھر اپنی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مُبارک سے کچھ چکھنے کے بغیر جدا نہ ہوتے" یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک سے کچھ کھاپی کر ہی اُٹھتے۔ یہاں پر عن ذَوَاقٍ میں عن بمعنی بعد ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مبارکہ سے رخصت نہ ہوتے جب تک کچھ کھاپی نہ لیتے۔ گویا کچھ کھانے کے بعد ہی مجلس سے جاتے۔ یہ کھانا معنوی بھی ہو سکتا ہے گویا حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک سے فائدہ حاصل کرکے اٹھتے' تربیت حاصل کرتے۔ صلاح حال کرتے۔ علم و معارف سے بہرہ ور ہوتے' اپنی ضروریات اور حاجات پوری کروا کر جاتے۔ تکالیف و مشکلات حل کرواتے ادب' اخلاق اور معرفتِ الٰہی حاصل کرکے رُوح کی پرورش کرتے اور ایمان کا مزہ پالیتے۔ ارشاد ہے" اور وہ باہر نکلتے تو لوگوں کو خیر پر دلالت کرنے والے ہوتے" یعنی یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب پیارے محبُوب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ سے باہر تشریف لاتے تو آنجناب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی توجہاتِ عالیہ کی برکات سے لوگوں کے لئے شمع ہدایت ہوتے۔ علم و عمل سے آراستہ ہوتے' سُنّتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہوتے۔ لوگ ان مُبارک اور بابرکت بزرگ ترین ہستیوں سے تہذیبِ نفس' تزکیۂ باطن' اخلاق حسنہ اور علم و معرفتِ الٰہی حاصل کرتے۔ اور ارشاد ہے" کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فضول باتوں سے اپنی زبان مُبارک کو محفوظ رکھتے تھے" یعنی امام حسین علیہ السلام کے استفسار پر امیر المومنین مولائے کائنات علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم بغیر اللہ کی مخلوق کے نفع اور فائدہ کی بات کے اور گفتگو نہ فرماتے۔ یعنی خاموش رہتے اپنی زبان مُبارک اپنی حفاظت میں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کبھی بھی بے ضرورت اور بے فائدہ باتوں پر رواں نہیں ہوئی بلکہ جب بھی گفتگو فرمائی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بھلائی' بہبود اور فائدہ کی خاطر فرمائی پوچھی ہوئی بات کا جواب ہی ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ارشادات سے لوگوں کو رُوحانی اور جسمانی فائدہ پہنچا۔ ارشاد ہے" اور ان کی تالیفِ قلوب فرماتے انہیں اپنے سے مانوس فرماتے" یعنی ان لوگوں میں اپنی محبت و اُلفت کا جذبہ پیدا فرماتے اور ایسی روش اختیار فرماتے کہ ان لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے نفرت کے جذبات پیدا ہی نہ ہو سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم لوگوں کے ساتھ کمال حسن اخلاق سے زندگی گذارتے۔ نتیجۃً لوگ خود بخود حضور

شفیقِ اُمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرویدہ ہو جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و اُلفت کرنے لگتے۔ اور ایسا طریقہ اختیار نہ فرماتے کہ لوگ متوحش اور متنفر ہوتے یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال حلم اور تواضع تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوقِ خدا سے پیش آتے۔ ارشاد ہے "آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے اپنے کو یک سُو رکھتے" باوجود یک سُو رہنے کے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ خندہ روئی اور خوش خلقی میں کمی آنے نہیں دیتے تھے۔ یعنی عام لوگوں سے بہت کم اختلاط فرماتے اور اس معاملے میں بہت احتیاط فرماتے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں منافقین اور مخالفین بھی آتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے باوقار طریقہ پر رہتے تاکہ ان لوگوں کے دِلوں میں آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ہو اور باوجود اس ہیبت و عظمت کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے افراد کے ساتھ بھی انتہائی خندہ پیشانی، کشادہ روئی اور بشاشت سے پیش آتے تھے۔ باوجود منافقین اور مخالفین کی شرارتوں اور سازشوں کے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نیک، پاکیزہ طبیعت اور اعلیٰ اخلاق کا ہی اظہار فرماتے، اور کبھی بدخوئی، گلہ، شکوہ نہ فرماتے۔ ارشاد ہے" اپنے صحابہ کی جستجو فرماتے" یعنی جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی وجہ سے اگر چند ایک مجالس میں حاضر نہ ہوتے، یا نماز باجماعت میں شریک نہ ہوتے تو شفیقِ اُمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا تفحص فرماتے۔ ان کے نہ آنے کی وجوہات دریافت فرماتے، ان کی تکالیف اور حوائج کا پتہ چلاتے اور ان کی مشکلات کو حل فرما کر ان کی دلجوئی فرماتے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے، اگر کوئی مسافر ہوتا تو اس کے لئے دعا فرماتے، اگر کوئی فوت ہو گیا ہوتا تو اس کے لئے بخشش طلب فرماتے۔ ارشاد ہے" اور ہر نیک بات کی تحسین فرماتے اور اس اچھی بات کو مزید تقویت عطا فرماتے اور ہر بُری بات کی برائی بیان فرماتے اور اس کو زائل فرماتے" ایک روایت میں بجائے یُوَهِّیْہِ کے یُوَهِّنُہٗ بھی آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ" اس بری بات کو قبول نہ فرماتے اور اس پر اعتبار نہ کرتے" عُلمائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم سرورِ عالم و عالمیان پیغمبرِ اسلام حضرت احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی اکابرینِ اُمت حکمران، علماء ورہنماؤں کے لئے مشعلِ ہدایت ہے کہ وہ اس طریقہ پر لوگوں کی اصلاح کریں۔ نیکی کو پھیلائیں۔ بدی اور بُرائی کو زائل کریں، مٹائیں اور رد کریں۔ حضرت شارحِ شمائل شریف جناب مولانا مولوی محمد عاقل صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"دریں ہدایت است باکابرین امت او از حکام و علماء و صلحا کہ با مردم چنیں بکنند"

"اس حدیث شریف کے ٹکڑے میں اکابرین امت حکام، علماء و صلحاء کیلئے ہدایت ہے کہ لوگوں کے ساتھ اسی طرح کریں۔"

ارشاد ہے "کسی وقت بھی مخلوقِ خدا کی اصلاح سے غافل نہ ہوتے کہ کہیں وہ لوگ امورِ دین سے غافل نہ ہو جائیں اور کسی دوسری طرف مائل نہ ہو جائیں" یعنی حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہتے تاکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دنیاوی امور میں اُلجھ کر عبادتِ الٰہی اور اصلاحِ احوال سے سست اور کاہلی برتنا نہ شروع کر دیں۔ لہٰذا ان لوگوں کی اس کیفیت اور حال سے کسی وقت بھی بے پرواہی نہ فرماتے۔ آپ کی اس پوری توجہ مبارک کی وجہ سے امورِ دین کی انجام دہی میں سستی، کاہلی اور تنفر نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بلکہ استقامت اور انتہائی مضبوط ارادہ کے ساتھ دینِ اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ ارشاد ہے "اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر کام کے لئے باقاعدہ انتظام ہوتا" یعنی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاد ہو یا دیگر امورِ دین ہر وقت اور ہر حال میں اور ہر موقع کیلئے تیار رہتے۔ اسلحہ جانور اور دیگر ضروریاتِ جنگ تیار رکھتے صاحب لغات الحدیث لکھتے ہیں:-

"ہر واقعہ کی تدبیر پیش از وقوع کر لیتے جو کمال دانشمندی اور انجام بینی کی دلیل ہے۔"

ارشاد ہے "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی افراد انتہائی بہترین افراد ہوتے" یعنی وہ لوگ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہوتے وہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبتِ بابرکت کی بدولت، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکتسابِ فیوض و برکات کر کے اور علوم و معرفتِ الٰہی حاصل کر کے، اور تزکیۂ نفس کر کے، اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ عنایات اور توجہاتِ عالیہ کی بدولت اور حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں مسلسل حاضر رہنے کی وجہ سے لوگوں میں بہترین افراد ہوتے تھے۔ حضرت مولانا محمد عاقل صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"یعنی کسے کہ بخدمت او ماند بہتر مردم می شد"

"جو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو جاتا انسانیتِ کاملہ کی معراج کو پالیتا۔"

رشاد ہے "آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نزدیک صاحبِ فضیلت وہ ہوتا جو از روئے نصیحت کرنے کے ہر ایک کی بھلائی چاہتا" یعنی حضور سراپا نور کے ہاں افضل ترین شخص وہ ہوتا جو لوگوں کی بھلائی چاہنے میں سب سے زیادہ پیش پیش ہوتا' گویا وہ صاحب جو وعظ' نصیحت' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عمومیت سے کرتا اور بہت کرتا۔ وہ آنجناب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بہت پسندیدہ تھا اور آپ کی نظروں میں قبولیت رکھتا تھا۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

"خیر الناس من ینفع الناس" "بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو بہت فائدہ پہنچانے والا ہو"

ارشاد ہے" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے مرتبے والا وہ ہوتا جو مخلوقِ خدا کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لیتا" یعنی از روئے مرتبہ کے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نظروں میں بزرگ ترین وہ لوگ تھے جو دوسرے لوگوں کی تکالیف اور مصیبتوں کو دور کرتے اور امداد و اعانت کرتے۔ گویا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں وہی شخص محترم' مکرم اور بزرگ تر ہے جس کے دل میں مخلوقِ خدا کی ہمدردی کے جذبات ہوں جو غمگین لوگوں کے کام آئے' دکھیاروں کی دوا ہو' جو صاحبانِ حوائج کی حاجت بر آری کرے' مصیبت زدوں کے بوجھ اٹھا کر ان کی مصیبتوں کو دور کرے اور ہر ایک انسان کو اس کی ضرورت کے وقت کام آئے۔ ارشاد ہے" کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اٹھتے بیٹھتے ذکرِ الٰہی کرتے" یعنی مجلس مبارک کی ابتدا میں بھی اور اختتام پر بھی ذکرِ الٰہی فرماتے یا ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت علامہ عبد الرؤف مناوی المتوفی ۱۰۳۱ھ تحریر فرماتے ہیں۔

"وفیہ ندب الذکر عند القعود والقیام وھو من اعظم العبادات لقولہ سبحانہ وتعالٰی ولذکر اللہ اکبر* الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم"

"اس میں ثابت ہو رہا ہے کہ بیٹھے اور کھڑے ذکرِ الٰہی کرنا فضائل کی طرف سبقت کرنا ہے اور یہ بزرگ ترین عبادت ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالٰی کا ارشاد ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی (عبادت) ہے"

اور دوسری آیت میں ہے "وہ لوگ جو کہ (صاحبان عقل و فراست ہیں) کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں کے بل اللہ تعالٰی کی یاد کرتے ہیں۔ نیز حضرت علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"وھذہ الآیۃ اصل فی ذالک اعنی الذکر عند القعود والقیام"

"اور یہ آیت اس مسئلہ میں یعنی بیٹھے اور کھڑے ذکر الٰہی کرنے میں اساسی حکم رکھتی ہے۔"

جو مجلس ذکر الٰہی کے بغیر ہی ختم ہو جائے۔ اس پر حسرت اور افسوس ہے۔ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون اللہ فیہ الا قاموا عن مثل جیفۃ حمار وکان علیھم حسرۃ" (رواہ احمد وابوداؤد)

"نہیں اٹھتی کوئی قوم کسی مجلس سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا، ہو مگر اٹھے مردار گدھے کی طرح اور ان پر حسرت و افسوس ہے"

اسی لئے فقراء اسلام و صوفیاء عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ "یک دم غافل سودم کافر" ذکر الٰہی ہی ایک ایسا پاکیزہ اور اعلیٰ ترین عمل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔ جناب معاذ بن جبل فرماتے ہیں

"ما عمل العبد عملہ انجیٰ لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ" (رواہ مالک والترمذی وابن ماجہ)

"کہ بندے کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اسے عذاب الٰہی سے بہت زیادہ نجات دے بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے"

ارشاد ہے "جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ اس مجلس میں جگہ مل جاتی وہاں بیٹھ جاتے اور اس طرح کا حکم بھی فرماتے" یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسی جگہ تشریف لے جاتے جہاں پہلے ہی سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں تو اس مجلس میں جو جگہ بھی خالی ہوتی وہاں بے تکلف تشریف فرما ہو جاتے، بالانشینی پسند نہ فرماتے اور اسی طرح بے تکلف مجلس میں بیٹھنے کا اپنے صحابہ کو بھی ارشاد فرماتے۔ یہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے صحابہ کے ساتھ کمال درجے کی تواضع کا مظاہرہ تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دینا تھا اور فعلاً و عملاً سکھانا مقصود تھا کہ مجلس میں بیٹھنے کے وقت ایک دوسرے کو دھکے نہ دیں، ریل پیل نہ کریں، کندھوں پر چھلانگیں نہ لگائیں۔ بالانشینی کی ہوس میں ایک دوسرے کو آزار نہ دیں نیز ایسا کرنے سے تکبر پیدا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ارشاد ہے "اور حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ عطا فرماتے" یعنی حضور سید الکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو کچھ کھانے پینے کی شے ہوتی ہر ایک کو اس کے حصے کے مطابق برابر عطا فرماتے۔ اور جس پر

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نظرِ عنایت پڑ جاتی۔ حسبِ توفیق اپنے نصیبے کے مطابق رُوحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہو جاتا۔ غرضیکہ کوئی صاحب بھی آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی صحبتِ مُبارک سے نامراد نہ ہوتا بلکہ سیر ہو کر بامُراد اُٹھتا۔ ارشاد ہے "اور آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے حضور میں ہر ایک بیٹھنے والا یہی سمجھتا کہ کوئی ایک اس سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے نزدیک بزرگ نہیں ہے" یعنی آنجناب شفیقِ امت، مومنوں پر رؤف و رحیم، خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پاس بیٹھنے والا ہر ایک شخص یہ یقین رکھتا تھا کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے نزدیک دوسرے سے میں ہی زیادہ عزیز ہوں، آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ہر ایک ہم نشین، آنحضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی عنایتوں، مہربانیوں، بخششوں، کمالِ حُسنِ اخلاق اور حُسنِ معاشرت کی بدولت یہ سمجھتا تھا کہ میں ہی حضور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے انتہائی قریب، عزیز، بزرگ اور معزز ہوں، کوئی دُوسرا اتنا نہیں ہے۔ ارشاد ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پاس بیٹھتا یا اپنی کوئی ضرورت آنجناب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بیان کرتا تو آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انتہائی حوصلہ کے ساتھ تشریف فرما رہتے۔ یہاں تک کہ وہ شخص خود اُٹھ کر چلا جاتا۔" یعنی جس شخص کا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ کوئی کام ہوتا یا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ کسی معاملہ میں گفتگو کرنی مقصود ہوتی تو آنجناب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم قطعاً اس شخص سے نہ اُٹھتے جب تک کہ وہ خود اس مجلس کو ختم نہ کر دیتا، اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہایت ہی صبر اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس شخص کی عام گفتگو کو سماعت فرماتے۔ انتہائی حلم اور بردباری کا اظہار فرماتے، نیز اس شخص کو خود نہ فرماتے کہ بس اُٹھ جا، چلا جا وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ وہ خود جب اُٹھ کر چلا جاتا تو آپ بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) اُٹھ کھڑے ہوتے۔ ارشاد ہے "اور جو شخص اپنی کسی ضرورت کو حضور شفیقِ اُمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مانگتا تو آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسے نامُراد واپس نہ کرتے، اگر وہ چیز میسر نہ ہو سکتی تو نہایت ہی نرمی سے اسے جواب مرحمت فرما دیتے" یعنی جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے مانگتا، حاجت برآری کی طلب کرتا، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کی ضرورت کو پُورا فرماتے۔ اس کی حاجت بَر لاتے اور اگر اس کی ضرورت یا حاجت ایسی ہوتی جس کا پورا ہونا نہ ہو سکتا تو نہایت ہی نرمی اور معقُول عُذر کے ساتھ اس کو جواب مرحمت فرماتے۔ جس سے سائل کی تسلی اور تشفی ہو جاتی۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صفاتِ حسنہ، حلم، بُردباری اور مروت کا کمال مظاہرہ ہے۔ حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی المتوفی سنہ ۱۰۳۰ھ فرماتے ہیں۔

"وھذہ من کمال سخائہٖ ومروتہٖ وحیائہٖ" "یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انتہائی سخاوت مروّت اور حیا کی دلیل ہے۔"

ارشاد ہے "آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خندہ روئی اور اخلاق ہر ایک کو احاطہ کئے ہوئے تھے" یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمال درجے کے کشادہ رو، خندہ پیشانی والے اور خوش خلق تھے اور انتہائی برگزیدہ اور نیک خصلت تھے، جو بھی ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا گرویدہ ہو جاتا، اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ صفاتِ عالیہ تمام انسانوں کیلئے عام تھیں۔ ارشاد ہے "آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے باپ کی طرح ہو گئے تھے" یعنی شفقت محبت مودّت، اصلاح، خبرگیری حاجات برآری، مشکلات کا حل کرانا اور مخلوقِ خدا کی ہر ایک ضرورت کو پورا کرنے کی وجہ سے والد کی مثل تھے، بلکہ والد اپنی اولاد پر وہ مہربانیاں نہیں کرتا جو حضور شفیقِ اُمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اس گنہگار اُمت پر فرماتے ہیں حضرت علامہ اجل مفسرِ قرآن وحدیث مولینا بالفضل اولینا سید محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خزائن العرفان میں آیۂ کریمہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (سورۃ احزاب پ ۲۱) کی تفسیر فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔ "یا یہ معنی ہیں کہ نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ رأفت و رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور نافع تر ہیں" بخاری ومسلم کی حدیث ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہر مومن کیلئے دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ اولیٰ ہوں اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں مِنْ اَنْفُسِہِمْ کے بعد وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ بھی ہے" ارشاد ہے "آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت مبارک علم، حیا، صبر اور امانت کا مرقع ہوتی" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت پاک علم کا افادہ اور استفادہ ہوتا تھا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حیا اور شرم کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتے اور یہ حیا و شرم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ بابرکت کی تعلیم و تربیت سے ان حضرات کو حاصل ہوا تھا اور اپنی خواہشات کو پامال کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت مبارک سے صبر کی سعادت حاصل کرتے۔ "مجلسِ امانت" کا یہ معنی ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس مبارک سے فیوض و برکات حاصل کرتا یا احکام وغیرہ سنتا تو بغیر کسی قسم کی کمی زیادتی کے اس پر عمل کرتا بغیر کسی کمی بیشی کے دوسروں تک پہنچاتا اور یہ چاروں باتیں یعنی علم، حیا، صبر اور امانت آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس مبارک

مناجات

(عبدالصمد صارم الازہری)

مجھ کو ساقیٔ ازل اپنا ہی مستانہ بنا — بادۂ عرفاں پلا دے اپنا دیوانہ بنا

میرے دل سے دور کر دے معصیت کے زنگ کو — اے خدا سینے کو میرے آئینہ خانہ بنا

بادۂ عشقِ حقیقی سے مجھے سرشار رکھ — شیشۂ دل کو مے عرفاں کا پیمانہ بنا

بھول جاؤں سارے ہی عالم کو تیری یاد میں — اپنی الفت دے مجھے، دنیا سے بیگانہ بنا

توڑ دوں سارے بتوں کو، سب سے رخ کو موڑ لوں — دل مرا کعبہ بنے یارب نہ بت خانہ بنا

اے میرے ساقی ادھر بھی ہو نگاہِ التفات — بادۂ وحدت کا میرے دل کو خمخانہ بنا

میں نہ ہوں مائل کبھی عشقِ مجازی کی طرف — میرے سینے کو مگر اپنا جلوہ خانہ بنا

باخبر تجھ سے رہوں تیرے سوا سے بے خبر — دل رہے میرا غنی، صورت فقیرانہ بنا

نعمتِ عشقِ حقیقی کر عطا یارب مجھے — معرفت کی شمع کا تو مجھ کو پروانہ بنا

اپنے صارم کو شرابِ عشق سے مخمور رکھ
ہے وہی دانا جو تیرے غم میں دیوانہ بنا

شب معراج

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی
سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

الٰہی کیست کو آمد دامن فشان بہ درگاہت
کہ از گرد و غبار او کہکشاں ازیو

عبدیت نے جب اپنے کمال ضبط، تحمل، صبر و استقلال کے مظاہرے نہایت عاجزی، انکساری، عزم کے ساتھ پیش کئے اور اپنے رب کے لئے ہر طرح کی تکالیف نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیں تو رب کریم کی رحمت بے پایاں جوش میں آئی اور اس عبد کامل کی ایسی عزت افزائی فرمائی کہ عبدیت اور الوہیت کی کمانیں مل گئیں۔

فاصلے کم ہوتے گئے اور مقام "قاب قوسین او ادنیٰ" میں "قف" کا حکم فرما کر شرف اور لطف ہمکلامی کے ساتھ مشاہدہ حق سے شاد کام فرمایا اس کا بیان اسریٰ اور سورہ نجم میں تفصیل سے قرآن حکیم میں آیا ہے۔

(دیکھئے فیوض القرآن صفحات ۶۴۱ - ۶۴۳)

یہاں اختصار کے ساتھ چند امور کی طرف توجہ مبذول کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

ایک رات طائف سے واپسی اور ہجرت سے ایک سال قبل، کا واقعہ ہے کہ جبرئیل براق کی سواری کے ساتھ تشریف لاتے ہیں اور حضورؐ کو خانہ کعبہ سے بیت المقدس اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ بیت المقدس میں حضورؐ کی یہ تشریف آوری جسم و جسمانیت کے ساتھ تھی۔ یہاں بھی

ایک بار کعبہ سے روانگی سے قبل سینہ کے چاک ہونے اور قلب اطہر سونے کے ایک طشت میں رکھ کر پاک سے پاک تر بنانے کا واقعہ مروی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام از آدم تا حضرت عیسیٰ علیہم السلام جمع ہیں آپ صلعم امامت فرماتے ہیں اور وہ سب بطور مقتدی نماز ادا کرتے ہیں گویا تمام انبیاء علیہم السلام جو اس نور جبین کے اخلاق کریمانہ کی جھلکیوں سے اپنے اپنے زمانہ میں سرفراز ہوئے تھے سب عملاً بھی حضورؐ کی تصدیق کرتے ہیں اور حضورؐ کی امامت ان کے نبی ہونے کی تصدیق کے ساتھ انؑ کے اس عہد کی تصدیق تھی جو روز الست انؑ سے رب کریم نے لیا تھا اور جس کی پوری پوری ادائیگی انہوںؑ نے اپنے اپنے زمانہ میں کی۔

پھر آسمانوں کی جانب سفر ہوتا ہے ہر آسمان پر پہنچتے ہیں جبرئیل امیں دروازہ کھلواتے ہیں آواز آتی ہے "آپ کے ساتھ کون ہے۔ جواب دیا جاتا ہے محمد صلعم، پھر پوچھا جاتا ہے "کیا آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا" جبرئیل جواب دیتے ہیں "ہاں" دروازہ کھلتا ہے پھر جملہ ملائکہ اور ہر آسمان پر قیام پائے ہوئے انبیاءؑ حضورؐ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور کہتے ہیں "کیا ہی خوب آنے والا ہے۔"

اسی طرح ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی جاتی ہے اور مختلف آسمانوں پر حضرت آدم علیہ السلام، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوتی ہے سب ہی خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ آپ "سدرۃ المنتہیٰ" تک پہنچتے ہیں، جہاں چار نہریں بہہ رہی ہیں، دو اوپر اور دو نیچے پوشیدہ جنہیں آسمان پر جنت کی نہریں اور زمین پر نیل و فرات بنایا گیا اس کے حضور صلعم کو سامنے "بیت المعمور" لایا گیا جس میں روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر حضورؐ

کو شراب، دودھ، اور شہد کا ایک ایک پیالہ پیش کیا گیا آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا جبرئیل نے فرمایا یہ پیالہ اس فطرت صحیحہ کی علامت ہے جس پر آپ صلعم کی امت قائم رہے گی اب مقام آیا کہ جسے کائنات کی سرحد کہنا چاہئے۔

ایک سواری براق چھوٹتی ہے دوسری سواری رف رف پر حضور تن تنہا سفر طے کرنا شروع کرتے ہیں کہ مقام جبرئیل صف یہاں تک تھا کہ اس کے بعد کا سفر ان کے امکان و قوت کے اس درجہ باہر تھا کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھائیں تو ان کے پر ہی جل جائیں۔

سفر ہنوز جاری ہے انّی، انّی کی صدائیں گوش مبارک سن رہے ہیں عرش سے بالائے عرش کا سفر ہے سطح نور پر، نورانی سواری پر ایک نور السموٰت والارض کا رسولؐ۔ اس کا عبدؐ، حضوری کے منازل طے کر رہا ہے اور اس قرب و زید سے نوازا جاتا ہے جس کا ذکر سورہ نجم میں آتا ہے جس کی طرف ھوالسمیع البصیر "میں سورہ بنی اسرائیل میں اشارہ ہے۔ یہ بلانے والے کا بلانا، خالق کائنات کا بلانا ہے اور بلانا بھی اپنے خاص چنے ہوئے عبد اور رسولؐ کو بلانا ہے زمین و آسمان کی فضا اور اس کی جملہ مخلوقات کی کیا مجال کہ کوئی شے اس میں خارج ہو سکے وہاں تو حقیقت الحقائق اپنے عبد کو حقائق دکھانے لے گیا ہے مثال سے سمجھانے کی ضرورت کیا ہے یہاں مثال کا گذر ہی نہیں بے مثال رب کی بے مثال نوازش ہے البتہ معراج میں امت کے لئے نماز کا تحفہ ملا اور معراج ہی میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں عطا ہوئیں تاکہ بندہ مومن نفسانیت پر غلبہ پا سکے اور معراج کی ان کیفیات سے جو اس کا نصیبہ ہوں، محروم نہ رہے۔"

(از فیوض القرآن صفحہ ۶۴۲)

اس سفر میں حضور اکرمؐ نے جنت و دوزخ، لوح و قلم، عرش و کرسی، تمام عجائبات علوی کی سیر کی اور اس نماز کو جو پہلے پچاس وقت کی فرض ہوئی تھی حضرت موسیٰؑ کے مشورے پر تخفیف کرواتے رہے لیکن جب صرف پانچ نمازیں فرض رہ گئیں تو آپؐ کے حیا نے گوارا نہ کیا

کہ اللہ تعالیٰ سے امت کے لئے مزید تخفیف کی درخواست کی جائے لیکن رب العزت کے کرم کا انظہار یوں ہوا کہ پانچ وقت کی نماز کا ثواب پچاس وقت کی نماز کے برابر ہی ہوگا اللہ اپنے انعامات میں کمی نہیں فرماتا۔ سبحان اللہ۔

اس واقعہ معراج میں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضورؐ کے اس رف رف کے سفر میں جو ایک عالم بے خودی میں ہو رہا تھا خود حضورؐ کو جس آواز سے مانوس کیا گیا وہ آواز ان کے دوست صدیق اکبرؓ کی تھی اور یہ بھی یاد رہے کہ مقام رسالت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر بھی عبد کامل صلعم اپنی امت کو نہ بھولا، اور نماز میں اس لطف ہم کلامی کی یادوں کو التحیات میں جگہ دے کر ہر مومن کے لئے باعث تسکین بنا دیا گیا۔

حضورؐ کی اس بلندئ مراتب کے متعلق حضرت مولانا عبدالحق دہلویؒ نے ایک ایسی پیاری بات کہی ہے کہ اس کو یہاں نقل کرنے کو جی چاہتا ہے آپ ایک روایت کو بیان کرتے ہیں مروی ہے کہ عرش کے داہنی جانب نور کی ایک نہر ہے جو سات آسمانوں اور سات زمینوں اور سات دریاؤں کے برابر ہے روزانہ علی الصبح جبرئیلؑ اس میں غسل کرتے ہیں اور جب بازو جھاڑتے ہیں تو حق تعالیٰ اس کے ہر قطرہ سے کئی ہزار فرشتہ پیدا فرماتا ہے اور اس کے بعد" حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر آسمانوں میں فرشتوں کی تسبیح سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں تو کیا تعجب ہے کہ زمین پر بھی حضور اکرم خاصان بارگاہ قدس اور صلحاء امت کی تسبیحات و تہلیلات سے فرشتے پیدا ہوتے ہوں گے۔ واللہ علیٰ کُل شیءٍ قدیر

(مدارج النبوّت حصہ اول)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، بیان معراج سے حضور صلعم کے علم کے متعلق ایک حدیث یوں بیان فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ اپنے رب کے قریب ہوئے اور ان میں یہ تاب نہ تھی کہ کچھ جواب دے سکتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت حضورؐ کے دونوں شانوں کے

درمیان بے کیف و حد بڑھایا، جس کی ٹھنڈک آپ ؐ نے اپنے سینے میں محسوس فرمائی اور حضورؐ فرماتے ہیں اس وقت مجھے تمام اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور طرح طرح کے علوم تعلیم فرمائے جن میں ایک علم ایسا ظاہر کرنے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا اور ایک علم ایسا تھا جس جو اپنی امت کے ہر خاص و عام میں تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا گیا۔"

(مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۳۰۵)

اسی علم کے سلسلے میں حضرت محدث ایک حدیث یوں بیان فرماتے ہیں کہ مجھے رف رف پر بٹھایا گیا وہ مجھے لے کر روانہ ہوا یہاں تک کہ عرش پر پہنچا تو عرش سے ایک قطرہ میرے قریب آیا اور وہ میری زبان پر گران اور میں نے اس چیز کو چکھا جسے چکھنے والے نے کبھی اس سے زیادہ شیریں نہ چکھا ہو گا اور مجھے اولین و آخرین کی خبریں حاصل ہو گئیں اور میرا دل روشن ہو گیا عرش کے نور نے میری آنکھ کو ڈھانپ لیا اور اس وقت میں نے تمام چیزوں کو اپنے دل میں دیکھا اور اپنے پس پشت بھی ایسا ہی دیکھنے لگا جیسے اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔"

(مدارج النبوت، حصہ اول، صفحہ ۳۰۶)

المختصر جب حضور صلعم نے "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی" اور "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" کی منازل عرفان اور مشاہد احدیت و جمال صمدیت سے فیض یاب زمین کی طرف مراجعت فرمائی تو یہ واقعہ معراج لوگوں کے لئے باعث آزمائش بن گیا ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی مرتد ہو کر ہنسی اڑانے لگے۔ بت پرستوں کو لعن طعن کا موقع ملا لوگ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس پہنچے کہا اب تو آپ کے دوست آسمانوں کی سیر کرنے لگے بیت المقدس، جنت و دوزخ، سب ایک لحظہ میں دیکھنے گئے صدیق اکبر نے فرمایا کہ جب ایک لحظہ میں آسمانی وحی کا ان پر اترنا مان لیا آپ کو اللہ کا پیغمبر اور رسول مان لیا تو پھر اس ملکوتی سیر پر ایمان لانا کون سی بڑی بات ہے۔" اور صدیق اکبرؓ کا لقب پایا۔

دراصل معراج کا یہ واقعہ لوگوں کے لئے امتحان کی ایک کسوٹی بن گیا جس پر کھرے کھوٹے کی پہچان بھی آسان ہو گئی کہ صاحب ایمان مرد مومن اور کمزور اور ناقص العقل لوگوں میں امتیاز ہو جائے یہ کسوٹی آج بھی ہے خصوصاً ان کے لئے جو صرف سبب و اسباب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور مسبب سے غافل ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ معراج تمام واقعہ "سبحان الذی" سے شروع ہوتا ہے وہ اللہ جو تمام سبب و اسباب سے بلند و بالا ہے سب اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں زمان و مکان اس کے ہیں معراج کے متعلق قلب میں شبہ لانا یا شبہ کا آنا اللہ کی قدرت پر شک کے مترادف ہو جاتا ہے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔

سید نور احمد قادری

شعبان المعظم کے فضائل و برکات

تقویم کے قمری حساب سے شعبان المعظم آٹھواں اسلامی مہینہ ہے۔ لفظ شعبان، شعب، شعبًا سے ماخذ ہے جس کے معنی جمع کرنا، متفرق کرنا کے ہیں۔ چونکہ اس ماہ میں بھی خیر کثیر تقسیم ہوتی ہے۔ نیز بندوں کو رزق اس مہینہ میں متفرق اور تقسیم ہوتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

قرآن حکیم میں شعبان کا ذکر:۔ قرآن حکیم میں اللہ عزّوجلّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ

حامیم۔ حق کو واضح کرنے والی کتاب کی قسم، بیشک ہم نے اتارا ہے اسے ایک بابرکت رات میں ہماری یہ شان ہے کہ ہم بروقت خبردار کر دیا کرتے ہیں اسی رات میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر اہم کام کا، ہر حکم ہماری جناب سے صادر ہوتا ہے اور ہم ہی کتاب اور رسول بھیجنے والے ہیں۔

یعنی ہم نے ہی اس قرآن حکیم کو نازل کیا ہے اور بڑی خیر و برکت والی رات میں اس کو اُتارا ہے۔ وہ کونسی رات تھی؟ حضرت عکرمہ وغیرہما فرماتے ہیں۔ اس آیت میں برکت والی رات سے شعبان کی پندرھویں رات مراد ہے۔ اور نیز فرمایا کہ مقدرہ امور کا تقدّر اور تمام امور کا انتظام نصف شعبان کی رات کو ہوتا ہے۔

زندوں اور مُردوں کی فہرست بنتی ہے جس میں آئندہ سال بھر نہ بیشی ہوتی ہے نہ کمی، عکرمہ کے اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو لغوی نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کی اموات کا فیصلہ نصف شعبان کی رات کو کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض آدمی نکاح کرتے ہیں، نکاح کے بعد اولاد بھی ہوتی ہے مگر اُن کا نام مُردوں کی فہرست میں ہوتا ہے یعنی اُس کو آئندہ شعبان تک اپنا مر جانا معلوم نہیں ہوتا اس لئے وہ نکاح کر لیتا ہے لیکن وہ آنے والے سال کی آخری تاریخ تک مر جاتا ہے۔[۵]

احادیث مُبارکہ میں شعبان کا ذکر:۔ احادیث مبارکہ میں شعبان مبارک کی بڑی برکتیں اور فضائل بیان ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شعبان شہری ورمضان شہر اللہ[۶]

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اذا دخل رجب قال اللھم بارک لنا فی رجب وشعبان وبلغنا رمضان قال وکان یقول لیلۃ الجمعۃ لیلۃ اغر ویوم الجمعۃ یوم ازھر[۷]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب ماہِ رجب داخل ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے اے اللہ ہمارے لیئے رجب و شعبان کو بابرکت بنا اور ہمیں ماہِ رمضان تک پہنچا اور آپ فرماتے تھے جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن سفید اور روشن دن ہے۔

تشریح: صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رجب تخم بونے کا مہینہ ہے شعبان پانی دینے کا اور رمضان کاٹنے کا، کہ رجب میں نوافل میں خوب کوشش کرو، شعبان میں اپنے گناہوں پر روؤ اور رمضان میں رب تعالیٰ کو راضی کر کے اس کھیت کو خیریت سے کاٹو۔ اُن کے اس قول کا ماخذ یہ حدیث مبارکہ ہے یعنی رجب میں ہماری عبادتوں میں برکت دے اور شعبان میں خشوع و خضوع دے اور رمضان کا پانا اس میں روزے اور قیام نصیب کر۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا الغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفر لہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر۔

(ترجمہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا کی طرف نزول رحمت فرماتا ہے اور کہتا ہے کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں کوئی بیمار ہے کہ میں اسے شفا دوں کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے طلوع فجر تک۔

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے جو شعبان کی پہلی شب میں بارہ رکعتیں اس طرح پڑھتا ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ احد پانچ بار پڑھے تو خدا اس کو بارہ ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور بارہ ہزار برس کا ثواب اس کیلئے لکھتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسا نکل آتا ہے جیسے کہ آج اپنی ماں کے پیٹ سے

پیدا ہوا اور اسی (۸۰) دن تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔

شعبان کی پندرھویں رات کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تمام رات عبادت میں گزارتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اور عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رات قبرستان میں جا کر مُردوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے، خیرات کرنے اور جاگنے کا بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ خدا کے نیک بندے اس کے حضور میں شب بیداری اور ریاضت میں وقت گزارتے ہیں، مسلمانوں کے نزدیک اس رات آنے والے پورے سال کے امور طے پاتے ہیں اس رات عبادت کے علاوہ مُردوں کو ایصالِ ثواب کے لئے حلوہ پکا کر تقسیم کرنے کا رواج بھی ہے۔

طبرانی و ابن حبان، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں شعبان کی پندرھویں شب میں اللہ عزوجل تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے مگر کافر اور عداوت والے کو نہیں۔

بیہقی نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل شعبان کی پندرھویں شب میں تجلی فرماتا ہے، استغفار کرنیوالوں کو بخش دیتا ہے اور طالب رحمت پر رحم فرماتا ہے اور عداوت والوں کو تو جس حال پر ہیں اسی حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان میں اس کثرت سے روزے رکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ماہ رمضان ہے۔

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ شعبان کی پندرہویں شب میں پڑھنے کے لئے :۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ بیشک تُو بہت معاف فرمانے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس تُو مجھے بھی معاف فرمادے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ پیارے محبوب شفیع المذنبین رحمت اللعالمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طفیل مجھے بھی آپ سب کو بھی پندرہویں شعبان کو جسے (عُرفِ عام میں شب برات کہتے ہیں) عبادت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثُمَّ آمین

تنویر احمد قادری
ناظم ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام

حوالہ جات

۱ مصباح اللغات ص ۴۳۲ ، ۲ فضائل الایام والشہور ص ۴۰۲

۳ سورۃ الدخان آیت نمبر ۱ تا ۵ پ ۲۵ ، ۴ ضیاء القرآن ج ۴ ص ۴۳۳

۵ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، جنوری ۱۹۸۰ء ج ۱۲ ص ۳۸۳

۶ رواہ الدیلمی (فضائل الایام والشہور) ص ۴۰۲

۷ اشعۃ اللمعات اردو شرح مشکوٰۃ شریف ج ۲ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ فصل ۳ ، مترجم مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مئی ۱۹۸۳ء فرید بک سٹال لاہور

۸ حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، مرأۃ شرح مشکوٰۃ، صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی کتب خانہ گجرات ج ۲ ص ۲۳۰۔ ۹ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مترجم، مولانا محمد سعید نقشبندی فرید بک سٹال لاہور مئی ۱۹۸۳ء

ج ۲ ص۵۶۲ ۔ ۱۰ نزہتہ المجالس (اردو) مولانا عبدالرحمٰن صفوری شافعی
ج ۱ ص۳۱۴ ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی جولائی ۱۹۷۳ء۔

۱۱ ص۶۳۴ ۔ انسائیکلوپیڈیا (تیسرا ایڈیشن) فیروز سنز کراچی، جنوری ۱۹۸۴ء، نگران اعلیٰ عبدالسلام۔ ۱۲ مولانا امجد علی صاحب، بہار شریعت ج ۱ حصہ پنجم۔
روزہ نفل کے فضائل ص۹۳ ۔ حدیث ۱۷۔ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور۔

۱۳ حدیث نمبر ۲۰۔ باقی حوالے کے لئے حوالہ ۱۲ دیکھیں۔

۱۴ احیاء العلوم ج ۱، باب ۶، فصل ۳ ص۳۷۴ ۱۵ حصن حصین ص۲۱۶

پشاور میں معراج النبی اور شب اسریٰ کی نورانی محافل

رپورٹ۔ سید محمد انور شاہ قادری کفش بردار مدیر اعلی الحسن

اس سلسلے میں انجمن محنان اولیاء وڈپگہ پشاور اور بزم میلاد مصطفی پشاور کے زیر اہتمام دو تقاریب کا انعقاد عمل میں آیا جن کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

موضع وڈپگہ میں انجمن محبان اولیاء وڈپگہ کے اراکین نے ۲۷ نومبر ۱۹۹۶ء بروز بدھ بعد از نماز عشاء جامع مسجد گلزار مدینہ وڈپگہ میں "معراج النبی صلعم کے عنوان سے ایک نورانی و روحانی محفل منعقد کی جس کی صدارت انجمن ہذا کے سرپرست اعلی حضرت علامہ مفسر قرآن، شارح حدیث قبلہ و کعبہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی مدیر اعلی الحسن نے فرمائی اس موقع پر کثیر تعداد میں اہالیان وڈپگہ کے علاوہ پشاور شہر اور دیگر مضافات سے تشریف لائے تھے تلاوت کلام پاک سے سید عباس علی شاہ بخاری نے ابتداء کی، غلام حسن صاحب قادری سرحدی نے گلہائے عقیدت پیش کئے، صدر گرامی کے علاوہ حضرت علامہ سید امیر علی شاہ صاحب کاظمی خطیب ہزارہ نے خطاب فرمایا اور صلواۃ و سلام کے بعد نیاز رسول کی تقسیم اور دعا کے ساتھ یہ مبارک محفل اختتام پزیر ہوئی سید انور شاہ قادری نے اس محفل کے دوران سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔

جب کہ اس سلسلے کی دوسری نورانی محفل بزم مصطفیٰ پشاور شہر کے زیر اہتمام جامع مسجد نجم النساء رشید ٹاؤن گل بہار پشاور شہر میں جناب صاحبزادہ نورالدین صاحب قادری نبیرہ جناب حضرت شیخ گل صاحب قادری لنڈی کوتل کی صدارت میں شروع ہوئی۔ اس مبارک محفل میں پشاور شہر، وڈپگہ اور لنڈی کوتل سے بھی شمع رسالت کے پروانے موجود تھے مسجد کا ہال کھچا کھچ بھرا

ہوا تھا اور برامدے و صحن میں حاضرین کی ایک بڑی تعداد اکٹھی ہوئی تھی۔ علمائے اہلسنت اور سادات کرام بھی بڑے ذوق و شوق سے تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب امام و خطیب مسجد ھذا نے تلاوت کلام پاک سے محفل کا آغاز کیا جناب اورنگ زیب صاحب، شہزاد مجید، صوفی محمد جاوید نقشبندی اور کئی دیگر نعت خوانوں نے آقائے نامدار صلعم کی بارگاہ بے کس پناہ میں مدحت سرائی کی جبکہ حضرت مولانا صاحبزادہ عبد الولی صاحب اور بزم میلاد مصطفیٰ کے سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے واقعہ معراج پر روشنی ڈالی اور صلواۃ و سلام کے بعد دعا ہوئی اور نیاز رسول صلعم سے حاضرین مستفید ہوئے نظامت کے فرائض محمد اویس قادری ایڈوکیٹ نے انجام دیئے ان دونوں مبارک و نورانی محافل کے دوران کی جانے والی تقاریر کا خلاصہ قارئین الحسن کی نذر کیا جارہا ہے۔

یہ عظیم الشان واقعہ اور حضور صلعم کا معجزہ مبارکہ ۲۷ رجب المرجب بدھ کی شب بعثت نبوی کے بارہویں سال رونما ہوا اس وقت آپ صلعم کی عمر مبارک ۵۲ سال تھی۔ جبرئیل امین اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے براق لے کر حضور صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نہایت مودبانہ طریقے سے آپ صلعم کو بیدار کرنے کے بعد عرض کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو بلایا ہے۔ چنانچہ سرور کون و مکاں براق پر سوار ہوئے اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نظر پہنچتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔

پیارے محبوب صلعم نے اس سفر کے دوران فضاؤں سے زمین کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا (سبحان اللہ غائب ملاحظہ فرما رہے ہیں)

جب حضور پاک صلعم مسجد اقصیٰ پہنچے تو تمام پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک آپ کے استقبال میں کھڑے تھے انھوں نے آپ صلعم کی اقتداء میں نماز پڑھی

اور یوں آپ صلعم امام الانبیاء کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے (سبحان اللہ)

پھر آپ صلعم سدرہ المنتہیٰ پر پہنچے جو اس کائنات کا آخری حد ہے یہاں پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی حضور میرا مقام یہاں ختم ہو گیا ہے اس سے آگے اللہ تبارک و تعالیٰ کے جو انوار و تجلیات پائے جاتے ہیں میرا یہ نورانی جسم ان کی تاب نہیں لاسکتا اور اگر میں ایک بال برابر بھی اوپر جاؤں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں بقول شاعر۔

اگر یک سر موئے برتر پرم

فروغ تجلی بسوزد پرم

لیکن جناب رحمۃ اللعالمین صلعم سدرہ المنتہیٰ سے آگے ستر ہزار نورانی حجابات طے کر کے بارگاہ رب العالمین میں پہنچے اور اپنے رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور اس مقام پر بھی اپنی گناہگار امت کو یاد رکھا (سبحان اللہ امت کے کسی قدر غمگسار نبی ہیں)

سرور عالم و عالمیان صلعم جب واپس تشریف لائے تو جبرئیل امین کو سدرہ المنتہیٰ پر اپنا منتظر پایا اور پھر ان کی معیت میں جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمایا۔

نبی کریم صلعم معراج سے اپنی امت کے لئے پانچ نمازوں کا تحفہ ساتھ لے کر آئے شروع میں ان کی تعداد پچاس تھی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجویز پر آپ صلعم نے اپنے خالق لایزال سے ۴۵ معاف کروائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی شان کریمی دیکھیے کہ پانچ کا ثواب ۵۰ کے برابر ہی ملے گے (سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اللہ تبارک و تعالیٰ حضور کی امت پر کس قدر مہربان ہیں)

حضور صلعم جب واپس تشریف لائے تو صبح یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا انہوں نے انکار کیا دلائل و حقائق کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ سے سن کر راستے میں ہی اس کی تصدیق فرمائی اور جب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو صدیق کا

لقب پایا۔

اس موقع پر حضور پاک صلعم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جبرئیل کے واسطے کے بغیر بذات خود جن علوم سے نوازا آپ صلعم نے وہ تمام علوم امیر المومنین امام اولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو عنایت فرمائے۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا یہ مبارک سفر "سیر اسریٰ" کہلاتا ہے بیت المقدس سے سدرہ المنتہیٰ تک "سیر معراج" کہلاتا ہے اور سدرہ المنتہیٰ سے لامکان تک "سیر محمدی" کہلاتا ہے جس کی انتہا و حقیقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ اولیائے کاملین نے اپنے اپنے مقام و مرتبے کے مطابق اس کے بعض پہلوؤں کی معرفت حاصل کر کے اس پر لب کشائی فرمائی جس سے اہل معرفت ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

جلیل القدر صحابہ کرام کے ایک مکمل طبقے، آئمہ اہل بیت عظام، تابعین اور حضرت اولیائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ سرور کونین صلعم ان ظاہری آنکھوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا دیدار فرمایا اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔

نیز اہلسنت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ یہ واقعہ معراج عالم بیداری میں پیش آیا اور اس کا اطلاق جسم و روح دونوں پر ہوتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

یہ اور اس قسم کے دیگر انکشافات اس کتاب کا موضوع ہیں جو خان عبد الولی خان صاحب کی کتاب "حقائق حقائق" ہیں کے منظر عام پر آنے کے بعد رد عمل کے طور پر سامنے آئی جس میں کئی سربستہ راز اور منتشر اوراق جو طباعت کے سیلاب میں بہہ کر ہمیشہ کے لئے لاپتہ ہو جاتے یکجا کر کے نئی نسل کے استفادے کے لئے پیش کئے گئے ہیں یہ کتاب تاریخ پاکستان خصوصاً سرحد کی تاریخ میں ایک اہم اضافہ ہے جس کا مطالعہ قارئین کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

اس کتاب کے پانچویں باب میں "خان برادران اور مولانا آزاد" کے عنوان سے مولانا ابو الکلام آزاد کی کتاب "آزادی ہند" سے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں ان کے ساتھ اگر صفحہ نمبر بھی درج کر دیا جاتا تو بہتر ہوتا بعض انگریزی پیراگرافوں کے اردو تراجم بھی نہیں دیئے گئے کچھ مقامات پر واقعات و عبارات میں تکرار پایا جاتا ہے اگر اشاریہ مرتب کر کے شامل کر دیا جاتا تو اس سے کتاب کی افادیت میں دو چند اضافہ ہو جاتا اگرچہ فہرست مندرجات میں تفصیلات مہیا کی گئی ہیں لیکن یہ پھر بھی اشاریہ کی نعم البدل نہیں ہو سکتی۔

چھٹا اور ساتواں باب مولانا موصوف کے صاحبزادے جناب اکرام اللہ شاہد صاحب نے قلم بند کیا اول الذکر میں انہوں نے اپنے والد حضرت علامہ مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح تحریر کئے جبکہ باب ہفتم میں سرحد میں مسلم لیگ کے احیاء اور تحریک پاکستان میں مولوی برادران کی خدمات پر روشنی ڈالی ہے نیز خان عبد الولی خان کی طرف سے علماء پر عائد کئے جانے والے الزامات کا جواب بھی دیا ہے اس باب کے اختتام پر تحریک پاکستان میں نمایاں طور پر حصہ لینے والے سرحد کے علماء و مشائخ کے اسمائے گرامی بھی دیئے گئے ہیں جو اس موضوع پر کام کرنے والے محققین کے لئے مفید اور کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

آخر میں جناب اکرام اللہ شاہد صاحب کو اپنے وعدے کی یاد دہانی کراتے ہوئے عرض ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں اپنے والد گرامی کی دیگر اور اہم تصنیفات یعنی "قائد اعظم اور سرگزشت پاکستان" اور "پیر تاریک کے دعاوی اور نظریات" کے جلد منظر عام پر لانے کی نوید دی ہے امید ہے وہ اپنے اس ایفائے عہد کی تکمیل میں دیر نہیں کریں گے تاکہ پاکستانی ان تحریکوں کے پس منظر سے کماحقہ، آگاہی حاصل کر سکیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سید محمد انور شاہ قادری

لائبریرین ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور

نام کنیت اور لقب:۔ آپ کا نام جعفر، کنیت ابو عبداللہ اور لقب صادق ہے۔(۱) ابن خلکان نے اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ آپکی سچائی اور راست بازی کی وجہ سے آپ کو "صادق" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔(۲)

شجرہ نسب:۔ آپ کا پدری سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت علی (امام زین العابدین) بن سید الشہداء امام حسین علیہ السلام بن امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ بن حضرت ابی طالب الہاشمی العلوی رضی اللہ عنہ (۳) جبکہ والدہ ماجدہ کی طرف سے شجرہ نسب اس طرح ہے۔ حضرت ابو عبداللہ جعفر بن حضرت ام فروہ بنت حضرت القاسم بن حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (۴) آپ کی والدہ ام فروہ اور نانی حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق خاندان صدیق اکبر سے تھا۔اسی لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت امیرالمومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان میں دو مرتبہ پیدا ہوا۔(۵)

ولادت:۔ آپ کی پیدائش کے متعلق مختلف روایات کتابوں میں ملتی ہیں۔ لیکن حضرت امام بخاری، امام نووی اور ابن خلکان کی روایت کے مطابق آپ ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ ۲۳ مئی ۶۹۹ء کو پیدا ہوئے۔ اور ابن الخشاب نے اس کی تصحیح کی ہے(۶)۔

تعلیم و تربیت ——— حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ چودہ سال تک اپنے دادا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بن سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے ان کی وفات تک کسب فیض کرتے رہے۔ ستائیس سال تک اپنے نانا حضرت قاسم بن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چونتیس سال تک اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے تعلیم و تربیت حاصل کی (۷)

دیگر اساتذہ:۔ آپ نے اپنے خاندان کے علاوہ اس وقت کے جلیل القدر تابعین سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت محمد بن منکدر، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عطاء بن ابی رباح

حضرت عبداللہ بن ابی رافع' حضرت نافع اور حضرت امام زہری رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسی عظیم ہستیوں کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آپ ان تمام حضرات سے احادیث مبارکہ کی روایت کرتے ہیں

تلامذہ :۔ آپ کی ذات جامع العلوم تھی ۔ آپ سے ایک زمانہ مستفید و مستفیض ہوا۔ مختلف علوم و فنون کے ماہرین نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ۔ چند آئمہ امت اور بلند مرتبت شخصیات کے نام یہ ہیں ۔ امام اعظم حضرت ابو حنیفہ (نعمان بن ثابت) رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام مالک' حضرت سفیان ثوری' حضرت سفیان بن عیینہ' حضرت ابن جریج' حضرت وہب بن خالد' حضرت قطان اور حضرت ابو عاصم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ (۹)

مشہور ماہر علم کیمیاء حضرت جابر بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے خاص تلامذہ میں شامل تھے ۔ (۱۰)

فضل و کمال :۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم و عرفان اور فضل و کمال کا مینارہ نور تھے ۔ تمام بلاد اسلامیہ میں آپ کے علم و حکمت کا چرچا تھا ۔ خصوصاً" علم حدیث و روایت حدیث اور تعلیمات تصوف تو آپ کے خاندان کا طرہ ء امتیاز رہا ہے ۔ آپکی ثقاہت و فقاہت اور امانت و دیانت کا اعتراف آپ کے معاصرین اور ہر دور کے علماء جرح و تعدیل کرتے رہے ہیں ۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔ (۱۱)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث بیان کی ہو اور با وضو نہ ہوں ۔ (۱۲) حضرت امام نسائی' ابن ابی خیثمہ اور یحییٰ بن معین آپ کے مامون اور ثقہ ہونے پر متفق ہیں ۔ جبکہ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں' ان جیسے آدمی کی ثقاہت و عدالت کے متعلق کسی سے پوچھنے کی حاجت ہی نہیں ۔ (۱۳) حضرت عمرو بن ابی مقدام کا قول ہے کہ" میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھتا ہوں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ شجر نبوت کے ثمر شیریں ہیں" (۱۴)۔ حضرت صالح ابو الاسود کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ " میرے مرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو' کیونکہ پھر میری طرح تمہیں کوئی علم حدیث بیان نہیں کرے گا" (۱۵)۔ حضرت امام نووی لکھتے ہیں" کہ" لوگ آپ کی امامت و جلالت اور عظمت و سیادت کو تسلیم کرتے ہیں" ۔ (۱۶)

اخلاق و کردار:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکارم اخلاق کے پیکر اور نہایت بلند کردار کے حامل تھے ۔ آپ صبر و شکر' تسلیم و رضا' زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت اور جود و سخا کا نمونہ تھے ۔ حضرت

سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں رقم طراز ہیں۔ "یوسف سنت جمال طریقت' غواص معرفت اور زینت تصوف حضرت ابو محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہ بلند حال اور نیک سیرت تھے' ان کا ظاہر آراستہ اور باطن مرصع تھا" (۱۷)۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ایک دفعہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک قیمتی جبہ اور کمبل زیب تن کئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو آپ کے آباء و اجداد کا لباس نہیں ہے۔ آپ نے کپڑا اٹھایا تو نیچے ٹاٹ کی قمیض پہن رکھی تھی۔ فرمانے لگے اے ثوری یہ نیچے والا لباس اللہ کے لئے ہے۔ اور ظاہری لباس تم لوگوں کے لئے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے پہنا اسے پوشیدہ کر دیا اور جو تمہارے لئے پہنا اسے سامنے رکھا" (۱۸)۔

عجز و انکساری اور خشیت الٰہی آپ کی طبیعت کا خاصا تھا۔ ایک دفعہ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ جناب امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا! آپ تو اپنے زمانے کے زاہد ہیں آپ کو نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے پھر عرض کی کہ آپ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باری تعالیٰ نے آپ کو فضیلت دی ہے۔ اور سب کو نصیحت کرنا آپ کا منصب ہے۔ اس پر امام صاحب رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے۔ "مجھے اس بات کا خوف ہے کہ حشر کے دن میرے نانا مجھے گرفت نہ کریں کہ میں نے حق متابعت ادا نہیں کیا' نسب سے یہ چیز درست نہیں ہوتی اس کے لئے معاملت حسنہ کی ضرورت ہے"۔ حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ رو پڑے اور بولے اے خدا جس کی فطرت میں نبوت کا اثر ہو' جس کی طبیعت میں اصول دلائل ہوں' جس کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جن کی والدہ بتول ہوں۔ اس کے سامنے داؤد کا کیا مقام ہے۔ کہ اپنے حسن معاملت پر نازاں ہو سکے (۱۹)۔ دونوں بزرگوں کی یہ گفتگو انتہائی غور و فکر کے قابل ہے۔ امام صاحب کے ملفوظات ان لوگوں کے لئے قابل توجہ ہیں۔ جو سب کچھ بھلا کر صرف نسب پر ناز کرتے ہیں۔ اور حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک الفاظ ان نام نہاد زاہدوں کے لئے باعث عبرت ہیں۔ جو اپنے اعمال پر اتراتے پھرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی سخاوت بے مثال تھی۔ اپنی جان اور اولاد پر دوسروں کو ہمیشہ مقدم سمجھتے تھے۔ حضرت ہیاج بن بسطام رحمتہ اللہ علیہ کے بقول' حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ غرباء و مساکین کو اس طرح کھانا کھلاتے تھے کہ اکثر ان کے اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ بچتا تھا (۲۰) ایک دن حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے "فُتُوّۃ" (۲۱) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے

پوچھا! تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ شقیق نے کہا کہ اگر ہمیں مل جائے تو ہم شکر کرتے ہیں۔ اور اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مدینہ منورہ میں ہمارے کتوں کا یہی شیوہ ہے۔ یہ سن کر شقیق بولے، اے رسول اللہ کے نواسے! آپ کے نزدیک فتوت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا! اگر ہمیں کچھ مل جائے تو اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر نہ ملے تو شکر کرتے ہیں (۲۲)

امام جعفر صادق اور حکومت وقت :۔ آپ نے اپنی پیدائش ۸۰ھ سے لے کر وفات ۱۴۸ھ تک اپنی اڑسٹھ سالہ زندگی میں دس خلفاء بنو امیہ عبد الملک بن مروان تا مروان ثانی (۸۰ھ۔ ۱۳۲ھ) اور دو عباسی خلفاء ابوالعباس سفاح اور ابو جعفر منصور (۱۳۲ــ۱۵۸ھ) کا زمانہ حکومت پایا۔ بنو امیہ کے دور اقتدار میں تو اہل بیت عظام مسلسل ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہے کربلا کے دل خراش خونی واقعہ کے بعد بھی خاندان نبوت کے خون سے ہولی کھیلی جاتی رہی اور ان کی تذلیل و تحقیر میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی گئی یہاں تک کہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خطبے میں لعنت کی جاتی تھی۔ آخر کار حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ (۹۹ھ۔ ۱۰۱ھ) نے اپنی خلافت کے دور میں اس بری رسم کو ختم کیا (۲۳)۔ بنو امیہ کے مظالم کے خاتمے اور اعانت اہل بیت کے لئے اٹھنے والی تحریک کی کامیابی کے نتیجے میں بنو عباس جب برسر اقتدار آئے تو اس معاملے میں انہوں نے بھی اپنے پیش رو بنو امیہ کی تقلید کرتے ہوئے اہل بیت رسول اللہ رضی اللہ عنہم کو مشق ستم بنایا۔ اہلبیت عظام کو قید و بند کی صعوبتوں سے دو چار کیا۔ حضرت محمد بن ابراہیم وغیرہ کو زندہ دیوار میں چنوا دیا، حضرت محمد بن عبد اللہ اور حضرت ابراہیم بن عبد اللہ کو شہید کر کے ان کے سروں کو عراق کے بازاروں میں گھما کر واقعہ کربلا کی یاد تازہ کی۔ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنے کے بعد ان کی لاشیں درختوں سے لٹکا دی گئیں (۲۴) غرض یہ کہ بنو عباس اہل بیت پر ظلم و ستم ڈھانے میں بنو امیہ پر بھی سبقت لے گئے۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ سیاست و امارت تو یکے بعد دیگرے بنو امیہ اور بنو عباس کے حصے میں آئی۔ لیکن علم و عرفان اور دعوت و ارشاد کی مسند نشینی ہمیشہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدر رہی۔ اور ہر دور میں یہ قدسی حضرات مرجع خلائق رہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی اپنے زمانے میں عوام و خواص کی عقیدت و محبت کا مرکز و محور تھے۔ حکمران آپ کی اس روحانی قوت سے سدا خائف رہے۔ حالانکہ آپ نے سیاست و حکومت سے کنارہ کشی اختیار فرما کر اپنی تمام تر توجہ

درس و تدریس اور رشد و ہدایت کی طرف مبذول رکھی (۲۵)۔ لیکن پھر بھی آپ کی ذات ان کو کھٹکتی تھی۔ ایک دن ابو جعفر منصور اپنے ایک مصاحب سے کہنے لگا میں نے اہل بیت کے نوجوانوں کو تو قتل کر دیا لیکن ان کا سردار اب بھی زندہ ہے۔ وہ جب تک زندہ رہے گا مجھے چین اور اطمینان نصیب نہیں ہو گا۔ میں آج ہی اسے ختم کروں گا۔ چنانچہ آپ کو اپنے دربار بلایا اور ساتھ ہی جلاد کو حکم دیا کہ میں جب سر پر ہاتھ رکھوں تو تم حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دینا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دروازے میں قدم رکھا۔ تو منصور پر لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ ہانپتا کانپتا ہوا اٹھا۔ تعظیم بجا لایا اور اپنے پاس تخت پر بڑی عزت سے بٹھایا اور پوچھنے لگا حضور کیسے تکلیف فرمائی۔ آپ نے فرمایا تم نے خود ہی تو بلایا ہے۔ پھر کہنے لگا حضور اگر کوئی حکم ہو تو ارشاد فرمائیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت سے اٹھے اور فرمایا آئندہ مجھے مت بلایا کرو۔ اور تشریف لے گئے منصور اس واقعے کے بعد تین دن تک بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش میں آیا تو اس سے پوچھا گیا۔ یہ سب کیا تھا ؟ وہ کہنے لگا جونہی امام جعفر صادق اندر داخل ہوئے میں نے ان کے پیچھے ایک بڑا اژدھا دیکھا۔ جس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا چھت کے ساتھ لگ رہا تھا۔ اور وہ مجھے کہہ رہا تھا کہ اگر امام صاحب کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میں اس محل سمیت تمہیں نگل لوں گا۔ چنانچہ ڈر کے مارے میں کانپ اٹھا اور اپنے خیال کو عملی جامہ نہ پہنا سکا (۲۶)۔

وفات :۔ آپ نے مدینہ منورہ میں پندرہ رجب ۱۴۸ھ کو وصال فرمایا اور جنت البقیع میں اپنے والد حضرت امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں دفن ہوئے (۲۷)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر سے ہوئی (۲۸)۔

اولاد :۔ حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی مختلف ازواج سے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں جن کے نام یہ ہیں

صاحبزادے :۔ حضرت اسماعیل حضرت موسیٰ کاظم عبداللہ حضرت اسحاق حضرت محمد حضرت عباس اور حضرت علی۔ اوحم ال لہ علیہم اجمعین۔

صاحبزادیاں :۔ ام فروہ' اسماء اور فاطمہ الصغریٰ 29

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کی آپ سے عقیدت :۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) آپ سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن روایت

کرتے ہیں ''کہ آپ کے وصال کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مداومت کے ساتھ آپ کے روضہ اقدس پر حاضری دیتے'' آپ سے استعانت چاہتے اور کئی بار فرمایا کہ جو کوئی نبی کریم ﷺ کی زیارت کا خواہش مند ہو اسے چاہیے کہ وہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ دادا کے مزارات پر حاضری دے تو گویا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کر لی۔(۳۰) اللہ تبارک ہمیں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے اہل بیت پاک کی محبت اور حضور ﷺ کے صحابہ کرام کی عظمت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حواشی

۱۔ امام محمد ذہبی' تذکرۃ الحفاظ (اردو ترجمہ) اسلامک پبلشنگ لاہور ۱۹۸۱ء ج 1 ص ۱۳۶

۲۔ ابن خلکان' وفیات الاعیان' منشورات الرضی قم' ج ۱ ص ۳۲۷

۳۔ امام محمد ذہبی' تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۶

۴۔ ابن حجر عسقلانی' تہذیب التہذیب دائرہ معارف نظامیہ حیدر آباد ۱۳۲۵ھ ج ۲ ص ۱۰۳

۵۔ امام شمس الدین ذہبی' سیر اعلام النبلاء' مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹۸۵ء ج ٦ ص ۲۵۵

٦۔ دائرہ معارف اسلامیہ' دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۱ء ج ۷ ص ۲۷۳

۷۔ ایضاً' دائرہ معارف اسلامیہ' ج ۷ ص ۲۷۳

۸۔ ابن حجر عسقلانی' تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۳

۹۔ ایضاً' ابن حجر عسقلانی' تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۳

۱۰۔ ابن خلکان' وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۲۷

۱۱۔ امام شمس الدین ذہبی' سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ۲۵۷

۱۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ' دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۷ ص ۲۷۳

۱۳۔ ابن حجر عسقلانی' تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۳

۱۴۔ ابی نعیم' حلیۃ الاولیاء' دار الفکر بیروت ج ۳ ص ۱۹۳

۱۵۔ امام شمس الدین ذہبی' سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ۲۵۷

۱٦۔ دائرہ معارف اسلامیہ' دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۷ ص ۲۷۳

۱۷۔ حضرت علی ہجویری' کشف المحجوب' ضیاء القرآن لاہور ۱۹۸۵ ص ۳۹

۱۸۔ ابی نعیم ' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۳

۱۹۔ حضرت علی ہجویری ' کشف المحجوب ' ص ۱۵۱

۲۰۔ امام محمد ذہبی ' تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۷

۲۱۔ فُتُوَّت :۔ اس کے معنی ہیں ' شجاعت ' مروت اور سخاوت ' فتاء" اس کا مصدر ہے الفتیٰ اسی سے ہے ' جس کے معنی ہیں جوان ۔ عربی میں کہا جاتا ہے ۔ فتا یفتوا فتوا" الرجل ۔ سخاوت اور جوان مردی میں غالب ہونا ۔ (فیروز اللغات ص ۹۴۴ ' مفردات القرآن ص ۶۹۰ ' مصباح اللغات ص ۶۱۸)

۲۲۔ امام قشیری ' رسالہ قشیریہ (اردو ترجمہ) ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۸ ص ۳۳۲

۲۳۔ المسعودی ' مروج الذھب ج ۳ ص ۲۲۸ ۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۹۷ ۔ شاہ معین الدین ندوی ' تاریخ اسلام ج ۲ ص ۵۴۰

۲۴۔ ابن جریر ' تاریخ طبری (اردو ترجمہ) نفیس اکیڈیمی کراچی ج ۷ ص ۱۷۳ ۔ ۲۳۵

۲۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۲۷۳

۲۶۔ عبد الرحمٰن جامی ' شواہد النبوۃ (اردو ترجمہ) مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۳۰

۲۷۔ مفتی غلام سرور لاہوری ' خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۴۱

۲۸۔ المسعودی ' مروج الذھب (اردو ترجمہ) نفیس اکیڈیمی کراچی ج ۳ ص ۳۳۵

۲۹۔ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۲۷۵ ۔

۳۰۔ فتاویٰ عقائد فی مسائل ابدی بحوالہ سید محمد امیر شاہ ' صلوٰۃ غوثیہ مکتبہ الحسن پشاور ص ۴۶

حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف صحابی سرکار رحمت اللہ علیہ کے مزار اقدس کے غسل مبارک کی نورانی وروحانی تقریب

رپورٹ:- سید نور الحسنین قادری گیلانی

سادات گیلانیہ حسنیہ کے جد اعلیٰ حضرت قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین سید عبداللہ شاہ قادری گیلانی المعروف صحابی سرکار رحمت اللہ علیہ کا مزار پرانوار قبرستان مکلی ضلع ٹھٹھہ صوبہ سندھ پاکستان میں مرجع۔ خلائق ہے اور آپ کی اولاد پنجاب، صوبہ سرحد اور کشمیر میں رہائش پذیر ہے۔ پشاور میں حضرت صحابی سرکار رحمت اللہ علیہ کی نویں پشت میں قبلہ و کعبہ، پیرو مرشد، مفسر قرآن، شارح حدیث، حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری الگیلانی مد ظلہ العالی اپنے اسلاف کے دینی وروحانی علوم اور اخلاق و کردار کا نمونہ بن کر علوم اسلامیہ کے طلباء اور سلوک و معرفت کے تشنہ کاموں کو سیراب فرما رہے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ آنجناب کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے، آنجناب کی صحبت کاملہ اور نظر عنایت کی طفیل پاکستان میں محو استراحت مختلف مقامات پر سلسلہ عالیہ قادریہ گیلانیہ حسنیہ کے اولیائے کاملین کے مزارات اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہوا، بلکہ بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ اور بیت اللہ شریف کا طواف بھی نصیب ہو چکا ہے، البتہ حضرت صحابی سرکار کے مزار انور پر غسل کی تقریب میں شامل ہونے کا یہ پہلا موقع تھا۔

آپ کا عرس مبارک ہر سال ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ شعبان کو نہایت ہی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے، جس میں لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مند تشریف لاتے ہیں، لیکن اس سے ایک ماہ قبل ۱۵ رجب کو آپ کے مزار شریف کے غسل کی تقریب کے لئے بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک سو ایک گھڑے عرق گلاب کے لائے جاتے ہیں، عام پانی بھی استعمال ہوتا ہے جسے عقیدت مند بوتلوں میں جمع کر لیتے ہیں اور مختلف قسم کی امراض کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفایاب ہوتے ہیں، اگرچہ اس موقع

پر بھی بے شمار لوگ اس نورانی و روحانی تقریب میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں لیکن صرف وہی حضرات اندر جاتے ہیں جن کے پاس محکمہ اوقاف کے پاس ہوں جو اس مقصد کے لئے خصوصی طور پر جاری کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ پشاور سے صحابی سرکار رحمت اللہ علیہ کی اولاد اور عقیدت مندوں کا ایک قافلہ سید محمد سبطین قادری گیلانی صاحبزادہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف علامہ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی کی قیادت میں روانہ ہوا جس میں (فقیر) سید نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغہ اور میرا بھائی سید احمد محی الدین قادری گیلانی کے علاوہ جناب محمد سلیم بٹ صاحب قادری، جناب بلال احمد صاحب قادری اور محمد اکرم صاحب شامل تھے۔

پندرہ رجب المرجب کو غسل مبارک کی تقریب سے قبل ہی وہاں کے لوگ اس بات سے آگاہ ہو چکے تھے کہ پشاور سے صحابی سرکار کی اولاد غسل کے موقع پر ٹھٹھہ (مکلی) بہ ارادہ زیارت حاضر ہوئے ہیں، تو وہ لوگ ہم سے ملنے کے لئے دیوانہ وار ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوششیں کرنے لگے اور نہایت ہی والہانہ انداز میں ہم سے ملتے رہے، ان کی محبت، عقیدت اور قدرو منزلت کو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔

سابقہ روایت کے مطابق غسل شریف کے آغاز کا وقت بعد از نماز ظہر تھا، لیکن جامع مسجد صحابی سرکار رحمت اللہ علیہ کے خطیب اور ڈسٹرکٹ خطیب حضرت علامہ ابوالسراج محمد طفیل احمد نقشبندی مدظلہ العالی نے بتایا کہ چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف نے ٹیلی فون پر حکم دیا ہے کہ بعد از نماز عصر اس کو شروع کیا جائے کیونکہ سندھ کے صوبائی وزیر برائے مذہبی امور میرے ساتھ اس میں شامل ہونے کے لئے آرہے ہیں اور وہی اس تقریب کا آغاز کریں گے، اس اعلان پر وہاں پر موجود لوگ بہت ناراض ہوئے اور سخت افسوس کا اظہار کیا، بہر حال وقت مقررہ تک انتظار کیا گیا لیکن چیف ایڈمنسٹریٹر اور وزیر صاحب نہ پہنچ سکے، شاید صحابی سرکار رحمت اللہ علیہ کو یہی منظور تھا کہ اس مرتبہ اس مبارک تقریب کا آغاز میری اولاد کے ہاتھوں ہو! تو میرے بڑے بھائی جناب سید محمد سبطین المعروف تاج آغہ صاحب نے اللہ تعالیٰ کا نام لیتے

ہوئے مزار اقدس کا دروازہ کھولا اور پھر درود شریف پڑھ کر دعا کی اور عرق گلاب کا ایک گھڑا آپ کے مزار اقدس پر انڈیلتے ہوئے اس نورانی و روحانی تقریب کا آغاز کیا۔

اس موقع پر ہمارے ساتھ پشاور سے آنے والے ساتھیوں کے علاوہ یہاں کے ڈسٹرکٹ خطیب جناب طفیل احمد صاحب، جناب حضرت مخدوم سید قربان علی شاہ صاحب، تاج آغہ کے دوست ابو بکر بابا جو فنافی الصحابی سرکار ہیں اور دیگر خلفاء و عقیدت مند شامل تھے، باقی تمام لوگ باہر مین گیٹ پر کھڑے یہ منظر ملاحظہ کر رہے تھے۔ اس تمام عرصہ میں ذکر الٰہی، درود شریف کا ورد اور نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا، درمیان میں ایک بار پھر دعا ہوئی اور اختتام پر (فقیر) راقم الحروف نے دعا کروائی اور جب دعا سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ہر شخص پر رقت طاری ہے اور بے اختیار رو رہا ہے، وہ لوگ اردو اور اپنی سندھی زبان میں ہمیں مبارک باد اور دعائیں دے رہے تھے۔

بعد ازاں ابو بکر بابا نے تقریباً ۵۸ چادریں پیش کیں اور استدعا کی کہ یہ چادریں بھی اولاد صحابی سرکار مزار پر چڑھانے کا مبارک کام سرانجام دیں، جو قبل ازیں خلفاء کے ہاتھوں چڑھائی جاتی تھیں، چنانچہ وہ چادریں بھی صحابی سرکار کی اولاد کے ہاتھوں ہی چڑھائی گئیں، نیز عطر پاشی کرنے کی سعادت بھی اولاد صحابی سرکار کے حصے میں آئی، الغرض ہر کام و ہر بات میں انہوں نے اولاد صحابی سرکار کو مقدم رکھا اور ہماری نہایت عزت افزائی فرمائی جس کے لئے ہم ان تمام حضرات کے انتہائی مشکور ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بوسیلہ صحابی سرکار دعا کرتے ہیں کہ ان کے اس مقدس جذبے کو برقرار رکھے اور ان کی الفت و محبت میں اضافہ فرمائے اور انہیں دین و دنیا کی بھلائیاں نصیب فرمائیں۔

آمین ثم آمین و بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آخر اس بابرکت تقریب سے فراغت کے بعد نماز مغرب ادا کی گئی اور ابو بکر بابا اور دیگر خلفاء و خطیب صاحب کے کمرے میں تشریف لے آئے اور وہاں پر ابو بکر بابا صاحب نے ہمارے لئے خصوصی دعا فرمائی اور ہمیں رخصت کیا۔

دل میں انجامِ محبت کا تصور رہ گیا

سید خیر احمد شاہ اسد مرحوم

قلبِ صید انجامِ مشقِ نازِ خنجر رہ گیا
انتشارِ سلکِ اشکِ دیدۂ تر رہ گیا

وصل ہے مفہومِ رازِ اندمالِ زخمِ دل
ہجر امیدِ نشاط افزا کا رہبر رہ گیا

سوختہ سامانیٔ دل ہے نشانِ ہم نشیں
شاہدِ حسنِ دل افروزِ ستمگر رہ گیا

کل خمارِ مے میں ساقی نے جو آنکھیں پھیر لیں
کانپتے ہاتھوں سے گرتے گرتے ساغر رہ گیا

کاسۂ سر توڑ کر کہنے لگا یہ کوہکن !
ہم نفس ہے زندگی کیا جب نہ دلبر رہ گیا

درد ہے درمانِ دل درمانِ دل ہے دردِ دل
انبساطِ قلب صبحِ روزِ محشر رہ گیا

شعلۂ شمعِ شبستاں ہے رمِ آزردگی
دل میں انجامِ محبت کا تصور رہ گیا

جامِ بادہ خندہ زن ہے ماہِ عالم تاب پر
نشۂ مے میں خمارِ فتنہ پرور رہ گیا

درد ہے بیگانگیٔ التفاتِ جسم و جاں
ناشناسائے تمنائے فزوں تر رہ گیا

خستہ جاں مسحورِ اندازِ تبسم تھا اسد
ناشناسائے خرامِ نازِ دلبر رہ گیا

ملفوظات غوث اعظمؓ

سید نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا۔

قارئین الحسن کی خصوصی دلچسپی اور دیرینہ مطالبے پر حضور غوث اعظم، محبوب سبحانی، قندیل نورانی، شہباز لامکانی، ہیکل یزدانی، قطب ربانی، حضرت ابو محمد محی الدین سیدنا شیخ عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانیؒ کے نورانی ملفوظات شریف کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے محبوبؐ کے صدقے میں ہم سب کو ان اقوال زریں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین و بجاہ سید المرسلینؐ۔

حضور غوث اعظمؒ نے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

تقدیر کے معاملے میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہٗ پر اعتراض کرنا مومن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ایسا کرنا دین، توحید، توکل اور اخلاص کے خلاف اور انکی موت ہے در حقیقت مومن کے دل میں تقدیر کے متعلق انکار یا چون و چراں کی گنجائش ہی پیدا نہیں ہوتی بلکہ مومن کا قلب تو ہر لمحہ اور ہر حال میں تسلیم و رضا سے معمور رہتا ہے البتہ نفس ہر وقت مخالفت اور سرکشی پر آمادہ رہتا ہے پس جو اپنے نفس کی اصلاح کرنے کا پختہ ارادہ رکھتا ہو تو اسے مجاہدہ کرنا چاہئے یہاں تک کہ وہ اپنے نفس کے شر سے امن و حفاظت میں آجائے کیونکہ نفس سراپا شر ہے لہٰذا جو سالک مجاہدہ کر کے نفس کے شر پر قابو پالے اور نفس امارہ (جو ہر وقت برائی کی طرف رغبت دلاتا ہے) کو نفس مطمئنہ کے مقام پر لے آئے تو پھر یہ نفس سراپا خیر و بھلائی بن جاتا ہے سرکشی کو چھوڑ کر مطیع و فرماں بردار بن جاتا ہے اور معصیت سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتا ہے

پھر اس وقت اسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے ان الفاظ مبارکہ کے ساتھ خوش

خبری دی جاتی ہے کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے "تو اس مقام پر نفس کی خواہشات درست اور صحیح ہوتی ہیں کیونکہ اس سے شر کے اثرات زائل ہو چکے ہوتے ہیں اور دنیا کے ساتھ اس کی محبت ختم ہو چکی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے ساتھ قائم و استوار ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے اپنے نفس پر کامل قابو پا رکھا تھا اور اپنی خواہشات نفسانی کو فنا کر کے رضائے الٰہی اور بقاباللہ کے مقام پر فائز تھے آپ کے قلب مطمئنہ کا یہ حال تھا کہ جب آپ علیہ اسلام کو آگ میں ڈالا جائے گا تو اس سخت موقع پر مخلوق کی طرف سے آپ علیہ اسلام کو امداد و اعقامت کی پیش کش ہوتی لیکن آپ علیہ اسلام نے فرمایا مجھے تمہاری امداد کی ہرگز حاجت نہیں اور نہ ہی مجھے کسی سے کچھ مانگنے کی ضرورت ہے کیونکہ میرا رب تعالٰی جو قادر مطلق ہے میرے احوال سے بخوبی آگاہ ہے اللہ جلہ جلالہ کو اپنے خلیل کی یہ شان تسلیم و رضا اس قدر پسند آئی کی آگ کو حکم دیا۔

"اے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی بن جا"

لہٰذا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان ارشادات گرامی قدر سے ثابت ہوا کہ ہر مومن خصوصا ہر سالک بالخصوص ہر قادری کو اپنے تزکیہ نفس کی طرف خصوصی توبہ دینی چاہئے اور اس کی طرف سے غفلت اختیار نہیں کرنی چاہئے۔

تبصرہ کتب

نوٹ۔ (تبصرے کے لئے دو کتابیں ارسال کی جائیں)

عنوان۔	خان عبد الغفار خان سیاست اور عقائد۔
مصنف۔	علامہ مفتی مدرار اللہ مدرار نقشبندی (مرحوم)
ترتیب و اضافہ۔	اکرام اللہ شاہد بن مدرار (ایڈوکیٹ)
اشاعت اول۔	دسمبر ۱۹۹۵ء، ۳۴۰ صفحات۔ قیمت ۳۰۰ روپے
ناشر۔	ادارہ اشاعت مدرار العلوم گلبرگ مردان صوبہ سرحد
تبصرہ نگار۔	سید محمد انور شاہ قادری کفش بردار مدیر اعلیٰ الحسن

پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلم لیگ کی طویل جدوجہد کے نتیجے میں قائم ہوا جبکہ ہندوؤں نے اکھنڈ بھارت کے قیام کے لئے متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا جن مسلمان رہنماؤں نے اس نعرے کو اپناتے ہوئے کانگریس کا ساتھ دیا وہ نیشنلسٹ کہلائے۔ صوبہ سرحد سے خان برادران (خان عبد الجبار خان المعروف ڈاکٹر خان صاحب اور خان عبد الغفار خان المعروف باچا خان) نے کانگرس کے پلیٹ فارم سے ملک گیر شہرت حاصل کی ان کے مقابلے میں "مولوی برادران" (مولانا مولوی محمد شعیب صاحب اور مولانا مولوی مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی) نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے احیاء اور تحریک پاکستان کے لئے نمایاں کردار ادا کیا۔ یاد رہے کہ چارسدہ کے خان برادران کا تعلق پٹھانوں کے محمد زئی قبیلے سے ہے جبکہ مردان کے مولوی برادران پٹھانوں ہی کے یوسف زئی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

نیشنلسٹ اور دو قومی نظریے کے حاملین کی یہ سیاسی و نظریاتی کشمکش آزادی کے بعد بھی جاری رہی یہاں تک کہ باچا خان کے صاحبزادے اور نیشنل عوامی پارٹی کے رہنما خان عبد الولی خان صاحب نے ۱۹۸۶ء میں "حقائق حقائق ہیں" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے پشتو اور انگریزی میں تراجم بھی شائع ہوئے اس میں خان صاحب نے قائد اعظم مسلم لیگ اور تحریک پاکستان میں کام کرنے والے علماء و مشائخ پر الزام لگایا ہے کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے اور پاکستان کا قیام انگریزوں کی سازش کے تحت عمل میں آیا اس کتاب کے منظر عام پر آنے سے ملک بھر میں ایک ہلچل سی پیدا ہو گئی اور خان صاحب کی اس کتاب کے رد میں بے شمار مضامین و مقالات لکھے گئے جنمیں ان کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات کو لغو اور بے ہودہ قرار دیا گیا۔

حضرت علامہ مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ تحریک پاکستان کے ایک سرگرم رہنما تھے نیز آپ دیوبند مکتبۂ فکر کے ایک جید عالم دین اور جمعیت علمائے ہند (عثمانی گروپ) کے صوبائی جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ خطیب مردان اور ہفت روزہ "نوائے ملت مردان" کے چیف ایڈیٹر بھی تھے۔ آپ نے خان صاحب کی کتاب کے دو طرح سے جوابات دیتے ہوئے دو مقالات قلم بند کئے ایک "قائد اعظم اور پاکستان کی سرگزشت" کے عنوان سے لکھی جس میں خان صاحب کے الزامات کا بھرپور جواب دیا گیا ہے یہ کتاب تاحال شائع نہیں ہوئی جبکہ خان صاحب کے والد

باچا خان کے دینی نظریات کے متعلق ایک مضبوط مقالہ "خان عبد الغفار خان اپنے مذہبی عقائد کے آئینے میں" تحریر کیا جو روزنامہ خبریں اسلام آباد میں ۱۲ تا ۲۲ جنوری ۱۹۹۳ء تک چار اقساط میں شائع ہوا جسے اہل وطن کی طرف سے بہت پزیرائی حاصل ہوئی اور اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

مولانا صاحب نے عوام کی خواہش پر اسے کتابی صورت میں پیش کرنے کا تہیہ کیا اور اس میں "خان برادران" کے کانگریس نواز سیاسی نظریات کو بھی شامل کرنے کا سلسلہ شروع کیا اس ضمن میں ان کے صاحبزادے جناب اکرام اللہ صاحب شاہد سابق چیئرمین مونسپل کمیٹی مردان نے بھی ان کا بھرپور ہاتھ بٹایا جو ایل ایل بی، ایم اے (اسلامیات) اور ریسرچ سکالر ایم فل (اقبالیات) ہیں اور تحقیق کے جدید اصولوں سے بخوبی آگاہ ہیں لیکن مولانا موصوف اپنی زندگی میں اس کتاب کو طبع ہوتے نہ دیکھ سکے کیونکہ داعئ اجل کو لبیک کہتے ہوئے ۱۰ جنوری ۱۹۹۴ء کو انتقال کر گئے ان کی وفات کے بعد ان کے علم دوست فرزند جناب اکرام اللہ شاہد صاحب نے اسے شائع کرنے کا فریضہ انجام دیا۔

کتاب کا سرورق سرخ، نیلے اور سبز رنگ پر مشتمل ہے جسے باچا خان کی تصویر سے مزین کیا گیا ہے اور پشت پر مولانا مدرار اللہ صاحب مدرار کی تصویر بھی دی گئی ہے گتے کی جلد، کمپیوٹر کمپوزنگ، سفید کاغذ اور عمدہ طباعت کے ذریعے کتاب کے ظاہری حسن کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے پیش لفظ اور مقدمے کے علاوہ اصل متن سات ابواب پر مشتمل ہے ابتدائی پانچ ابواب مولانا موصوف نے خود تحریر کئے جبکہ آخری دو ابواب اور پیش لفظ کا اضافہ جناب اکرام اللہ شاہد صاحب نے کیا نیز کتاب کی ترتیب و تدوین حوالہ جات اور انگریزی کت کے اقتباسات کی فراہمی کا کام بھی آپ ہی نے کیا اور اس کی تیاری میں اردو، پشتو اور انگریزی کی ۴۵ کتابوں اور ۲۶ اخبارات و رسائل سے استفادہ کیا گیا جن کی فہرست کتابیات کے عنوان کے تحت دی گئی ہے

مشہور صحافی اور تجزیہ نگار جناب احسان اللہ خان صاحب دانش نے مقدمہ تحریر کیا۔

اس کتاب کے مطالعے سے درج ذیل سنسنی خیز انکشافات سامنے آتے ہیں

۱- سرحد میں جدید طرز کی سیاسی بیداری حضرات مشائخ عظام کی مرہون منت ہے اس سلسلے میں حضرت مجاہد اسلام عبد الغفور صاحب المعروف اخوند صاحب سوات اور ان

کے خلفاء خصوصاً پڈہ ملا صاحب اور حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہم نے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں (صفحہ ۲۸ - ۳۲)

۲- خان عبدالولی خان کے دادا بہرام خان صاحب اور ان کے والد سیف اللہ خان .. سے انگریزوں کے خیر خواہ، خدمت گار اور وفادار تھے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا اور اس خدمات کے عوض سینکڑوں ایکڑ اراضی حاصل کی (صفحہ ۶۶ - ۶۸)

۳- خان صاحب کے چچا جناب ڈاکٹر عبدالجبار خان کے "خان صاحب" کا خطاب انگریزوں نے دیا تھا جسے انہوں نے مرتے دم تک واپس نہیں کیا نیز ان کے بچوں کو انگریز سرکار کی طرف سے باقاعدہ وظیفہ بھی ملتا تھا (صفحہ ۸۳ - ۸۴)

۴- خان عبدالغفار خان المعروف باچا خان سیاسی سطح پر انگریزوں کی مخالفت کرنے کے باوجود ان سے دوستانہ مراسم بھی رکھتے تھے خصوصاً سرحد کے گورنروں سے اس نے وقتاً ملاقاتیں کر کے ان کا ہاتھ بٹایا خصوصاً دوسری جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا (صفحہ ۸۸ - ۸۹)

۵- پختونستان کا نعرہ سرحد کے انگریز گورنر سر اولف کیرو کے ذہن کے اختراع تھا جس کی کانگرس نے تائید و حمایت کی تاکہ پاکستان کو کمزور کیا جا سکے (صفحہ ۱۰۲)

۶- باچا خان نے حاجی صاحب ترنگزئی کے خدمت میں بیٹھ کر سیاست سے آگاہی حاصل کی اور علی برادران کی سرپرستی میں نمایاں قومی و ملی خدمات انجام دیں لیکن گاندھی نے انہیں ہندو ثقافت میں ایسا جذب کیا کہ انہیں اپنے اسلامی تشخص اور پختونیت کا احساس بھی نہ رہا (صفحہ ۳۱، ۳۹، ۲۴۰)

۷- گاندھی کو باچا خان اپنا مقتداء، روحانی پیشوا، مصلح اعظم، باپو جی بلکہ نعوذ باللہ پیغمبر

بھی کہتے تھے (صفحہ ۲۴۱)

۸- باچاخان صبح و شام گاندھی کے ساتھ پرارتھنا (پوجاپاٹ) میں شریک ہوئے ان سے رامائن (رام چندر جی کی سوانح عمری) سنتے - بھجن (ہندوؤں کی مناجات) سن کر اطمنان حاصل کرتے، ماتھے پر تلک لگواتے اسلامی غسل پر ہندوؤں کے اشنان اور مسجد پر آشرم (مندر) کو ترجیح دیتے تھے (صفحہ ۲۴۱)

۹- انہوں نے حضرت اخوند درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ جیسے تارک الدنیا درویش کو مغل پرست اور بایزید انصاری جیسے گمراہ کو حق پرست ثابت کرنے کی بھی کوشش کی (صفحہ ۲۴۳)

۱۰- کانگریس نے مسلمانوں بالخصوص پٹھانوں کے جذبۂ جہاد کو ختم کرنے کے لئے عدم تشدد کا نعرہ بلند کیا اور اپنے اس مشن کی تکمیل کے لئے باچاخان کو استعمال کیا (صفحہ ۱۸۶)

۱۱- خان برادران نے غیر مسلموں کے ساتھ دو طرفہ رشتے کئے اور اس ضمن میں وہ تبدیلی مذہب کو ضروری نہیں سمجھتے تھے (صفحہ ۱۶۴-۱۶۵)

۱۲- ہندوؤں نے جب دل آزار کتابیں شائع کر کے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخی کا ارتکاب کیا تو اس اجتماعی اور بنیادی مسئلہ میں بھی باچا خان نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا (صفحہ ۲۰۹)